(ترمیم و اضافہ شدہ ایڈیشن)

ہم کہاں کے سچے تھے

عمیرہ احمد

علم و عرفان پبلشرز
الحمد مارکیٹ، 40-اردو بازار، لاہور۔
فون: 7352332، 7232336 فیکس: 7223584

پتا ہے مشعل تم میں سب سے بڑی خوبی کیا ہے جس نے مجھے یوں تمہارا اسیر کرر کھا ہے؟

میری بات پر اس کی آنکھیں ستاروں کی طرح جگمگا اٹھی تھیں۔

نہیں۔میں نہیں جانتی تم بتاؤ۔

اس نے اپنی خوبصورت آواز میں کہا تھا۔

یہ تمہاری ظاہری خوبصورتی نہیں ہے۔ظاہری خوبصورتی بہت دیکھی ہے میں نے اور اتنی دیکھی ہے کہ تم اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہو۔نہ تمہاری کسی اور چیز نے مجھے متاثر کیا ہے۔یہ تو بس تمہارا سچ ہے جو مجھے جیت گیا ہے،تمہاری اسٹریٹ فارورڈنیس،تمہاری بولڈنیس،تمہاری uprighteousness, یہ وہ چیزیں ہیں جنہوں نے مجھے مسحور کر دیا ہے کیونکہ یہ ہر لڑکی میں نہیں ہوتیں اور خوبصورتی تو بہت سی لڑکیوں میں پائی جاتی ہے۔

میں نے اورنج کے سپ لیتے ہوئے کہا۔وہ میری بات پر مسکرانے لگی۔

خیر ایسی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے۔یہ سچائی میرے لیے تو یہ عام سی بات ہے۔you lifemyofpartitsknow سو مجھے اس کے بارے میں کوئی بہت ایکسٹرا آرڈنری فیلنگز نہیں ہوتیں جیسے تمہیں ہوتی ہیں۔

یار جو کوالٹی بندے میں ہو اسے ماننا چاہئے کہ ہاں یہ چیز ہے مجھ میں، یہ خاص بات ہے جو دوسروں میں نہیں ہے۔انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے کہ کوئی دوسرا ہی تعریف کرے کیونکہ اب لوگ کسی کی تعریف مشکل سے ہی کرتے ہیں۔تمہیں مان لینا چاہئے بلکہ فخر کرنا چاہیے کہ ہاں بھئی یہ خوبی ہے مجھ میں۔

میں نے اسے قایل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔وہ اپنی سیاہ آنکھیں مجھ پر مرکوز کیے مسلسل مسکرا رہی تھی۔

اچھی لگتی ہیں تمہاری باتیں لیکن کبھی کبھی میں حیران ہوتی ہوں کہ جن چیزوں کو تم admire کرتے ہو نہیں اب کہاں admire کیا جاتا ہے؟ جس طرح تم جھوٹ سے نفرت کرتے ہو اور سچ کا پرچار کرتے ہو،کیا تم اس دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہو؟ کیونکہ خالی سچ کا علم لے کر پھرنے سے آخر ملتا کیا ہے۔؟ زندگی سچ کے علاوہ بھی ہے مگر بعض دفعہ مجھے لگتا ہے جیسے تمہارے لیے سچ ہی سب کچھ ہے ایسے جیسے تمہیں سچ سے عشق ہو چکا ہے۔

میں اس کی بات پر ہنس پڑا۔

مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ تم کہہ رہی ہو جو خود سچ بولنے والوں کے گروہ میں شامل ہے اور جو سچ کے لیے کوئی بھی نقصان اٹھانے کو تیار رہتی ہے۔waytheloveibut thingsthesesayyou اچھی بات یہ ہے کہ تم اپنے بارے میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں ہو، جو چیز تمہارے دل میں آتی ہے کہہ دیتی ہو۔

نہیں آئی سوئیر میں سیریس ہوں مجھے بتاؤ کہ تمہیں صرف سچے لوگ ہی کیوں اچھے لگتے ہیں؟ حالانکہ ضروری تو نہیں ہوتا کہ جو لوگ سچ بولتے ہوں وہ واقعی اچھے ہوں ہو سکتا ہے ان

کے دلوں میں بغض ہو۔ وہ بناوٹ اور تضاد کا شکار ہوں، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے کامپلیکسز چھپانے کے لیے خود پر سچائی کا پردہ ڈال لیا ہو اور درحقیقت ان سے بڑھ کر کوئی فراڈ ہی نہ ہو۔

میں اس کی بات پر کچھ حیران ہوا تھا۔

کیا تم ایسی ہو؟ وہ میرے سوال پر گڑبڑائی تھی اور پھر ہنس پڑی۔

نہیں بھئی میں ایک جنرل سی بات کر رہی ہوں۔

میں نے آج تک کوئی ایسا بندہ نہیں دیکھا جو ظاہر میں سچا ہو اور باطن میں جھوٹا اس لیے میں تمہاری بات سے اتفاق نہیں کرتا۔

وہ مجھے دیکھتے ہوئے پرسوچ انداز میں جوس کے سپ لینے لگی۔

اور سناؤ تمہاری اسٹڈی کیسی جا رہی ہے۔؟

ویسے ہی جیسے اب تک جا رہی تھی۔ تفریح، تعلیم سب کچھ ساتھ ساتھ، ارے میں تو تمہیں بتانا ہی بھول گئی کہ مجھے یونیورسٹی کے میگزین کا ایڈیٹر چن لیا گیا ہے۔

اس نے ایک دم گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

that's wonderful اور کتنے کارنامے کرو گی اب تو عادت سی ہو گئی ہے تمہارے معرکوں کے بارے میں سننے کی، مجھے حیرت ہوتی ہے کہ تم یہ سب manage کیسے کرتی ہو، مشکل نہیں لگتا یہ سب؟

وہ میری بات پر فخریہ انداز میں مسکرائی تھی۔

مشکل کیسی ٹیلنٹ اور جذبہ ہونا چاہیے بندے میں پھر سب کچھ ہو جاتا ہے اور ویسے بھی مجھے تو کوشش بھی کم ہی کرنی پڑتی ہے کسی چیز کے لیے، ہر کام خود سے ہی ہو جاتا ہے۔ اب یہ میگزین کا معاملہ ہی لے لو۔ میں ذرا بھی willing نہیں تھی یہ ذمہ داری لینے میں کیونکہ اس میں بہت بکھیڑے ہوتے ہیں جس کی چیز publish کرو وہ خوش، باقی ناراض مگر ہمارے ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے اصرار کر کے مجھے یہ ذمہ داری لینے پر مجبور کیا ہے۔ اب ہر جگہ بندہ انکار تو نہیں کرسکتا نا۔ پہلے ہی لٹریری کونسل کی صدر ہونے کی وجہ سے اتنے کام سر پر پڑے ہوئے ہیں۔ اب میگزین کی مصیبت بھی شامل ہو گئی ہے مگر خیر کرنا تو ہے ہی۔

ٹیبل پر ہاتھ لٹکائے وہ بولے جا رہی تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا۔

اور اسٹڈی کیسی جا رہی ہے؟ کہیں یہ نہ ہو ان سرگرمیوں کی ساری کسر وہاں نکل جائے۔ میں نے اسے چھیڑا۔

جی نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے۔ اس ہفتہ بھی اپنی اسائنمنٹ پر distinction لی ہے۔ میرے نوٹس ڈھونڈتا پھرتا ہے پورا ڈیپارٹمنٹ بلکہ میری اسائنمنٹ کی ایک کاپی ہمارے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ ضرور لیتے ہیں۔

تو پھر توقع کی جائے کہ ٹاپ کرو گی تم؟

نہیں خیر اب ٹاپ کرنا تو بہت مشکل کام ہے۔ بہت genious ہیں ہماری کلاس

میں۔ویسے بھی یونیورسٹی میں ٹاپ کرنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔

mehreenaboutwhatand، وہ بھی کافی اچھی ہوتی تھی اسٹڈیز میں isnt

she۔

نہیں اچھی ہے وہ بھی محنتی ہے۔اس نے آئس کریم کا bowl اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا جو ویٹر رکھ کر گیا تھا۔

تمہارے تعلقات ویسے ہی ہیں اس سے کوئی بہتری نہیں ہوئی؟ میں نے آئسکریم کا ویفر توڑتے ہوئے کہا جو ویٹر رکھ کر گیا تھا۔

دیکھو میں تو ہمیشہ اس سے اچھے طریقے سے ہی ملنے کی کوشش کرتی ہوں مگر اب وہ بات کرنا پسند نہیں کرتی تو پھر یہ میرا قصور تو نہیں ہے نا۔ویسے بھی اسے بہت سے کمپلیکسز ہیں۔

تمہیں تو پتا ہی ہے اسکا پھر یونیورسٹی میں وہ بہت فضول باتیں پھیلاتی پھرتی ہے میرے بارے میں لیکن میں ہمیشہ اگنور کر دیتی ہوں cousinmyisshe allafter پر کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ وہ بہت ابنارمل ہے، حد سے زیادہ اور پھر وہ جیلس بھی بہت ہوتی رہتی ہیجالانکہ میں یونیورسٹی میں اس کے لیے ہمیشہ مواقع فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہوں مگر جس چیز میں حصہ لیتی ہوں وہ کبھی بھی اس میں حصہ نہیں لیتی، avoid کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے مجھے۔اور مسئلہ یہ ہے کہ میں تو تقریباً ہر چیز میں ہی حصہ لیتی ہوں اور اس وجہ سے اسے ہمیشہ بیک گراؤنڈ میں ہی رہنا پڑتا ہے۔

اسے کیا ہو گیا ہے؟ پہلے تو ایسی نہیں تھی وہ بہت اچھی باتیں کیا کرتی تھی۔امی تو ابھی بھی اس کی تعریفیں کرتی رہتی ہیں۔اب اسے کیا ہو گیا ہے؟ کبھی چلے جاؤ تو وہ مجھ سے بات نہیں کرتی۔ میں خود ہی سلام دعا میں پہل کرتا ہوں، حالانکہ پہلے تو اچھی دوستی تھی ہماری۔

مجھے بھی اس کی طرح مہرین سے شکایتیں تھیں۔

تمہیں avoid کرنے کی وجہ تو بہت واضح ہے۔اب تمہاری مجھ سے دوستی ہے سو وہ یہ کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی بندہ جو اس کا دوست ہے وہ مجھ سے بھی دوستی رکھے تمہیں چھوڑنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ اب تم مجھ سے ملنے لگے ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ اسے ہماری پسندیدگی کا بھی اندازہ ہو گیا ہو

اس نے مجھے تفصیل سے کہا۔

اگر یہ وجہ ہے تو یہ بہت احمقانہ سی بات ہے، آفٹر آل ہر شخص کو آزادی ہوتی ہے کہ وہ جس سے چاہے دوستی کرے یا جسے چاہے پسند کرے۔

میں اس کی بات پر کچھ الجھ گیا تھا۔

چھوڑو اس کے بارے میں جتنا سوچو گے اتنا پریشان ہو گے۔ یہ بتاؤ کہ واپس کب جا رہے ہو؟

ابھی تو ایک ہفتہ اور ہے اور پھر شاید نو یا دس کو جس دن فلائیٹ کا انتظام ہو سکا۔

میں نے آئیسکریم کھاتے ہوئے اسے اپنا شیڈول بتایا تھا۔

اور پھر کب آؤ گے؟ اس نے پوچھا۔

چار چھ ماہ بعد۔ ویسے تو میں کوشش کر رہا ہوں کہ میری پوسٹنگ پاکستان میں ہی ہو جائے مگر ابھی فی الحال ایک دو سال تک اس کا کوئی امکان نہیں، ڈیڑھ دو سال بعد جب پوسٹنگ یہاں ہو جائے گی تو کافی آسانی ہو جائے گی مجھے۔ امی بھی اکیلی ہوتی ہیں ان کے بارے میں بھی میری پریشانی ختم ہو جائے گی۔

خط لکھتے رہو گے نا؟

ہاں بالکل یہ کام کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ سفید رنگ اچھا لگتا ہے تم پر، پہنا کرو۔

وہ میری بات پر مسکرانے لگی۔

تمہیں گھر ڈراپ کر دوں یا ہمارے گھر چلو گی؟

نہیں مجھے گھر ہی ڈراپ کر دو، کافی دیر ہو گئی ہے، اس وقت میں یونیورسٹی سے گھر پہنچ چکی ہوتی ہوں، آج تمہارے لیے جھوٹ بولنا پڑے گا کہ یونیورسٹی سے کسی دوست کے ساتھ چلی گئی تھی۔

اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اسے ڈراپ کرنے کے بعد میں واپس گھر آ گیا تھا۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی میری نظر مہرین پر پڑی تھی۔ وہ امی سے باتوں میں مشغول تھی۔ کچھ حیرت ہوئی اسے دیکھ کر کیونکہ جب سے میں پاکستان آیا تھا وہ پہلی بار ہمارے یہاں آئی تھی۔

السلام علیکم آج تو بڑے بڑے لوگ موجود ہیں اس غریب خانے میں۔

وہ میری آواز پر چونک اٹھی تھی مگر اس نے جواب نہیں دیا۔

ہاں آتی تو یہ مشکل سے ہی ہے آج بھی بڑے جتنوں سے لائی ہوں اسے ورنہ یہ تو آج بھی نہیں آ رہی تھی۔

امی نے میری بات کے جواب میں کہا تھا۔

نہیں خالہ بس کام ہی اتنا ہوتا ہے کہ کہیں آنے جانے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ آپ کو پتا ہے کہ ایم اے کی پڑھائی کتنی مشکل ہوتی ہے۔

پتا ہے بھئی ایم اے کی پڑھائی مشکل ہوتی ہے مگر اور بھی تو لوگ ہیں جو یہ مشکل کام کرتے ہیں، مشعل بھی تو ہے نا۔ اس نے تو پڑھائی کے ساتھ ہر قسم کی سرگرمی پال رکھی ہے اور پھر بھی یہاں آتی جاتی رہتی ہے۔

میں صوفے پر بیٹھتے ہوئے نادانستہ طور پر اسے مشعل سے کمپیئر کر گیا تھا۔ اس نے الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھا اور کہا۔

میں مشعل نہیں ہوں۔ عجیب سی سرد مہری تھی اس کے لہجے میں۔

ہر کوئی مشعل جیسا ہو بھی نہیں سکتا۔

میں کہتے کہتے رک گیا۔ یکدم مجھے خیال آیا کہ وہ مشعل کو پسند نہیں کرتی، میری اس بات

پر ناراض ہو سکتی ہے۔

آ جایا کرو امی سے ملنے ان کا بھی دل بہلا رہے گا اور تمہیں بھی لوگوں سے ملنے جلنے کی عادت پڑے گی۔

میں نے بات بدل دی۔ اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی تھی اور چپ رہی تھی۔ میں کچھ دیر تک لاؤنج میں ہی بیٹھا رہا اور پھر اپنے کمرے میں آ گیا۔ اس کی کمپنی میں بیٹھنا آسان نہیں تھا، کافی اعصاب شکن تجربہ تھا یہ۔ وہ میری بات کے جواب میں خاموش رہی تھی یا اگر کچھ کہا بھی تو بہت مختصر اور وہ جواب بھی کافی حوصلہ شکن تھے۔

پتا نہیں اب اسے کیا ہو گیا تھا؟ ورنہ پہلے تو وہ ایسی نہیں ہوتی تھی۔ مجھے یاد تھا کہ دو تین سال پہلے تک اس سے میری کافی دوستی تھی۔

اپنے باپ کی ڈیتھ کے بعد وہ اپنی امی کے ساتھ ننھیال میں آ گئی تھی۔ تب اس کی عمر شاید آٹھ یا نو سال ہو گی اور میں اس وقت بارہ یا تیرہ سال کا تھا۔ میری امی اکثر اسے اپنے گھر لے آیا کرتی تھیں اور مجھے ہمیشہ اس کے ساتھ کھیلنا اچھا لگتا تھا حالانکہ شروع شروع میں اسے اپنے ساتھ کھیل میں شامل کرنے کے لئے بہت جدوجہد کرنی پڑتی تھی مجھے۔ وہ کبھی میرے کھلونوں کو ہاتھ نہیں لگاتی جہاں امی اسے بٹھا دیتیں وہ وہیں بیٹھی رہتی۔ بہت خوفزدہ اور سہمی ہوئی لگتی تھی وہ تب، ہمارے گھر کی چیزوں کو وہ حیرانگی سے دیکھتی مگر نارمل بچوں کی طرح کبھی بھی انہیں ہاتھ لگانے کی کوشش نہ کرتی مگر آہستہ آہستہ امی اور میں نے اسے بہت حد تک نارمل کر دیا تھا۔

حبیبہ خالہ کی شادی کسی بہت امیر گھرانے میں نہیں ہوئی تھی۔ میری امی کے برعکس وہ ایک مڈل کلاس میں بیاہی گئی تھیں۔ ان کے شوہر واپڈا میں سپرنٹنڈنٹ تھے۔ شروع کے دو چار سال انہوں نے اچھے گزارے مگر پتا نہیں کیا ہوا کہ خالہ کے شوہر نے اچانک ہیروئن استعمال کرنا شروع کر دی۔ پہلے وہ چوری چھپے نشہ کیا کرتے تھے پھر خالہ کو پتا چل گیا تو انہوں نے کھلے عام یہ کام کرنا شروع کر دیا اور پھر اس کی مقدار بھی زیادہ ہوتی گئی پھر ان کی نوکری بھی چھوٹ گئی اور آہستہ آہستہ ہی سہی مگر ان کے مالی حالات بہت خراب ہوتے گئے۔

میرے نانا خالہ کی تھوڑی بہت مدد کرتے رہتے تھے اور اس کی وجہ سے کبھی ان کے ہاں فاقوں کی نوبت نہیں آئی۔ خالہ کے شوہر کے مرنے سے سب کو یکدم سکون مل گیا تھا۔

اگر وہ نہ بھی مرتے تو بھی میرے نانا اور ماموؤں نے خالہ کو طلاق دلوانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ مگر انہیں خالہ کے شوہر کے مرنے کی وجہ سے یہ مسئلہ فیس کرنا ہی نہیں پڑا۔

خالہ کے شوہر کے مرنے کے دو سال بعد ہی خالہ کی شادی کر دی گئی تھی اور مہرین کو ننھیال میں چھوڑ دیا گیا تھا کیونکہ خالہ کے دوسرے شوہر یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ مہرین بھی خالہ کے ساتھ آئے۔ مجھے تب مہرین سے بہت ہمدردی محسوس ہوتی تھی، مجھے لگتا تھا کہ وہ بالکل اکیلی ہے، اس کا کوئی خاندان ہی نہیں ہے، نہ ماں باپ، نہ بہن بھائی اور نہ ہی کوئی دوست سو لاشعوری طور پر میں اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کرتا رہتا تھا اور رفتہ رفتہ ہمارے درمیان بہت

اچھی دوستی ہو گئی تھی۔

وہ کیا سوچتی تھی وہ مجھے یہ تو کبھی نہیں بتاتی تھی اور نہ ہی مجھے کبھی یہ اندازہ ہو پایا کہ وہ اپنے ماضی اور حال سے کس قدر متاثر ہوئی ہے مگر وہ باتیں اچھی کیا کرتی تھی۔ مجھے ہمیشہ ہی یہ لگتا تھا جیسے وہ بہت کچھ پڑھتی اور سوچتی رہتی تھی اور یہ دوستی اس کے میٹرک میں ہونے تک رہی پھر میں نے لندن اسکول آف اکنامکس میں داخلہ لے لیا اور انگلینڈ آ گیا۔ جب سال کے آخر میں، میں پاکستان چھٹیوں میں واپس آیا تو وہ اپنی امی کے پاس گئی ہوئی تھی کیونکہ وہ بیمار تھیں۔ اس سے میری ملاقات نہیں ہو پائی مگر تب میری دوستی مشعل سے ہونا شروع ہوئی اور یہ دوستی طوفانی رفتار سے ہوئی تھی۔

جب تک مہرین سے میری دوستی تھی کسی اور کزن سے میں زیادہ فری نہیں تھا اور یہی وجہ تھی کہ مشعل سے بھی میری صرف سلام دعا تھی حالانکہ ہم اکثر ملتے تھے۔ مگر جب واپس آنے کے بعد میں مشعل سے ملا تو وہ مجھے بہت بدلی ہوئی لگی۔ اب وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی۔ خوبصورت تو وہ ہمیشہ سے ہی تھی مگر اب کچھ ایکسٹرا آرڈنری قسم کی چیز آ گئی تھی اس میں، وہ بہت بولڈ اور بہت صاف گو ہو گئی تھی۔ اور مجھے اس کی صاف گوئی پسند آئی تھی۔ یہ بات تو مہرین میں بھی نہیں تھی۔ مشعل کو قائل کرنا آتا تھا اور وہ بہت فراخ دل تھی اور یہ خوبیاں مجھے کسی اور میں نظر نہیں آئی تھیں۔

اور صرف میں ہی نہیں تھا جو اس کا مدح سرا تھا۔ تقریباً سارا خاندان ہی اس کے طور طریقوں کے گن گایا کرتا تھا۔ مجھے پہلی دفعہ تب پتا لگا کہ وہ شاعری بھی کرتی ہے اور وہ بھی دونوں زبانوں میں اور جب میں نے اس کی شاعری سننے پر اصرار کیا تو اس نے کہا تھا۔

صرف ایک شرط پر سناؤں گی اگر آپ یہ کسی اور کو نہ سنائیں بلکہ کبھی کسی کو بتائیے گا بھی مت کہ میں شاعری کرتی ہوں کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ ہمارے خاندان میں اس قسم کی چیزیں پسند نہیں کی جاتیں۔

میں نے اسے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اس معاملے میں بالکل بے فکر رہے اور پھر اس نے مجھے اپنی چند انگلش اور اردو نظمیں سنائی تھیں اور میں اس کی شاعری سن کر حیران رہ گیا تھا۔ اس کی شاعری بہت میچور تھی۔ اس میں عامیانہ پن نہیں پایا جاتا تھا۔ وہ عام ہوتے ہوئے بھی بہت خاص تھی۔

تم اگر اسی قسم کی شاعری لکھتی رہی تو بہت آگے جاؤ گی۔

میں نے اسے کہا تھا اور وہ مسکرا دی۔

آگے جانے کے لیے شاعری واحد ذریعہ نہیں ہے میرے پاس۔

میں نے اس کے جملے کو سراہا تھا اور کچھ اور قائل ہو گیا تھا اس کی شخصیت کا۔ چھٹیاں گزارنے کے بعد میں واپس انگلینڈ آ گیا مگر مشعل سے میرا رابطہ ٹوٹا نہیں تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کو خط لکھا کرتے تھے اور کبھی کبھار فون پر بھی بات کر لیتے۔ مہرین تب بالکل بیک گراؤنڈ میں چلی گئی تھی۔ اس سے میرا رابطہ بالکل ختم ہو چکا تھا۔ نہ میں نے اسے استوار کرنے

کی کوشش کی نہ ہی اس کی طرف سے ایسی کوئی کوشش ہوئی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا۔

میں مشعل کے سحر میں اور زیادہ گرفتار ہونے لگا تھا۔ وہ اپنی ہر کامیابی کی خبر سب سے پہلے مجھے ہی دیتی تھی اور ایسی خبریں وہ دیتی ہی رہتی تھی۔ کبھی وہ debate میں جیتی کبھی کسی مشاعرے میں کارنامہ دکھاتی کبھی کسی لٹریری سوسائٹی کی صدر چنی جاتی کبھی کالج میگزین کی ایڈیٹر منتخب کی جاتی اس کے کارناموں کی ایک لمبی فہرست تھی جن پر مجھے بھی فخر ہوتا تھا۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ خدا کسی کو ظاہری خوبصورتی، ذہانت، صداقت اور کامیابی ایک ساتھ ہی دے دے اور مشعل کے روپ میں ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ اپنے ہر روپ میں یکتا اور باکمال تھی۔ وہ کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی تھی۔ بہت soft spoken تھی۔ کم از کم میں نے اسے کبھی بھی کسی کے ساتھ ترشی سے یا اونچا بولتے نہیں سنا تھا۔

پھر جب میں اس سے اگلے سال واپس پاکستان آیا تو مجھ سے سامنا ہونے پر مہرین ایسے ملی تھی جیسے پہلی دفعہ مل رہی ہو۔ اس کے انداز میں شناسائی کی کوئی جھلک نہیں تھی اور جب ایسا دو تین بار ہوا تو پھر میں نے بھی اسے avoid کرنا شروع کر دیا۔ آخر اپنی انسلٹ کروانا تو کوئی بھی نہیں چاہتا۔ مجھے ایسا لگتا تھا جیسے مہرین میرے ساتھ رسمی سلام دعا بھی نہیں رکھنا چاہتی مجھ سے وہ اتنی ہی بیزار نظر آتی تھی۔

ان دنوں اس نے ہمارے گھر آنا بھی ترک کر دیا تھا۔ ہر ایک کو اس سے شکایتیں رہنے لگی تھیں۔ وہ جھگڑالو نہیں تھی مگر وہ کسی کا لحاظ بھی نہیں کیا کرتی تھی۔ ننھیال میں کسی سے بھی اس کی دوستی نہیں تھی۔ وہ ہر ایک سے الگ تھلگ اور کٹی ہوئی رہتی تھی۔

اس کی امی اس کے لیے ماہوار خرچہ بھجوایا کرتی تھیں سو مالی طور پر وہ کسی پر بوجھ نہیں تھی مگر سماجی لحاظ سے اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

مشعل کبھی کبھی اس کے بارے میں بات کرتی تھی اور مہرین کی عادات کے بارے میں سن کر مجھے اس سے چڑ سی ہو گئی تھی۔ بچپن کی وہ ہمدردی یکدم غائب ہو گئی تھی جو مجھے اس سے تھی۔ میرا خیال تھا اور اب بھی ہے کہ جب انسان بڑا ہو جاتا ہے تو اسے اپنی کمزوریوں اور محرومیوں کا خود سدباب کرنا چاہیے۔ ساری زندگی آپ اپنے ماضی کی محرومیوں کے بارے میں رو رو کر تو لوگوں سے مراعات نہیں لے سکتے اور پھر کون ایسا ہے جو اس دنیا میں محروم نہ ہو؟

کوئی نہ کوئی کمی یا خامی تو ہر شخص کے ساتھ لگی رہتی ہے پھر وہ بھی عام انسانوں میں سے تھی ساری مشکلات کو اسے خود ہی face کر کے حل کرنا چاہیئے تھا مگر اس نے فرار کے جو راستے تلاش کر لیے تھے۔ وہ دوسروں کے لئے بھی تکلیف کا باعث بن رہے تھے۔

پھر میں لندن واپس چلا گیا تھا اپنی تعلیم مکمل کرتے ہی میں نے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازمت کر لی تھی۔ امی کو میرا یہ فیصلہ پسند نہیں آیا تھا۔ مگر میں نیان کی خفگی کی زیادہ پروا نہیں کی۔ جو مراعات اور تنخواہ مجھے وہ کمپنی دے رہی تھی ان کا میں پاکستان میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

پھر میری عادات ایسی تھیں کہ پاکستان کا ماحول انہیں سوٹ نہیں کرتا تھا۔ مجھے سچ بولنے اور سننے

کی بیماری تھی اور ایسے کسی بندے کو پاکستان میں ٹھوکروں کے سوا کچھ اور نہیں ملتا۔ لندن میرے لیے ہر لحاظ سے بہتر تھا۔

انہی دنوں میرے والد کا انتقال ہو گیا اور یک دم میری ذمہ داری میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ اکلوتا تھا اس لیے ان ذمہ داریوں کے بوجھ کو زیادہ محسوس کر رہا تھا۔ میں نے کوشش کی کہ امی میرے پاس لندن آ جائیں لیکن وہ پاکستان چھوڑنے پر تیار نہیں تھیں سو مجھے ہی جھکنا پڑا اور میں نے اپنی کمپنی کی پاکستان برانچ میں ٹرانسفر کے لیے کوشش شروع کر دی تھی لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا۔ ہوتے ہوتے بھی اسے ایک دو سال لگ ہی جانے تھے۔

جاب ملنے کے بعد جب بھی میں پاکستان آیا مہرین سے میری ملاقات ایک اجنبی کی طرح ہی ہوئی، یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ میں اسے ناپسند کرنے لگا تھا۔ مگر میرا نہیں خیال کہ میری ناپسندیدگی نے اس پر کوئی اثر کیا تھا۔ ایسا تو نہیں تھا کہ وہ یہ جانتی ہی نہ ہو کہ میں اسے ناپسند کرنے لگا ہوں مگر پھر بھی اس نے اپنا کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

وہ بہت سے کمپلیکسز میں مبتلا لڑکی تھی جن میں پہلا کمپلیکس شاید معمولی شکل کا تھا۔ اور اس کے بعد یقیناً اپنا بیک گراؤنڈ اور مالی حالات کا نمبر آتا ہوگا۔ میں سوچتا رہتا تھا کہ اتنے بہت سے کامپلیکسز کے ساتھ وہ زندہ کیسے ہے اور آئندہ دنیا کو کیسے فیس کرے گی مگر یہ بات میں نے اس سے کبھی کہی نہیں۔ آج بھی اسے دیکھ کر میرے ذہن میں پچھلی ساری باتیں گھوم گئی تھیں۔

اپنے کمرے میں آنے کے بعد میں دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ اسے کسی سائیکاٹرسٹ کی ضرورت تھی جو اس کے کمپلیکسز کم کر سکے، جو اس میں تھوڑی سی خود اعتمادی پیدا کر سکے مگر یہ تجویز میں کبھی بھی مہرین کے سامنے پیش کرنے کی ہمت نہیں کر سکا، کسی کو یہ سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے کہ اسے ذہنی علاج کی ضرورت ہے تاکہ وہ ایک متوازی اور نارمل زندگی گزار سکے۔

وہ شام تک ہمارے گھر ہی ٹھہری تھی پھر امی میرے کمرے میں آئی تھیں۔ میں اس وقت کچھ کام کر رہا تھا۔

اسود تم مہرین کو گھر چھوڑ آؤ۔ انہوں نے مجھے کہا میں نے گھڑی پر وقت دیکھا شام کے چھ بجے تھے۔

ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔ میں نے کاغذات سمیٹتے ہوئے کہا۔ وہ چلی گئی تھیں۔

گاڑی کی چابی لے کر میں جب باہر آیا تو وہ امی کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

آؤ میں نے لاؤنج کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ امی بھی باہر پورچ میں آ گئی تھیں۔ میں نے کار میں بیٹھ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا مگر اس نے بیک ڈور کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں پیچھے بیٹھوں گی۔

کوئی بات نہیں مہرین آگے بیٹھ جاؤ تم کونسا کسی غیر کے ساتھ جا رہی ہو۔

اس کے چہرے پر ناگواری کی لہر آئی تھی مگر کسی پس وپیش کے بغیر وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

مشعل کبھی ایسا نہ کہتی۔ ایک سوچ میرے دماغ میں لہرائی تھی۔ کار اسٹارٹ کرتے ہوئے میں نے اس سے کہا تھا۔

بندے کو ہر کام اپنی مرضی سے کرنا چاہیے اگر تم پیچھے بیٹھنا چاہتی تھیں تو تمہیں چاہیے تھا کہ تم پیچھے بیٹھنے پر ہی اصرار کرتیں۔ اس نے ایک نظر میرے چہرے پر ڈالی لیکن چپ رہی۔

تمہاری امی کیسی ہیں؟ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا تھا۔

سب ٹھیک ہیں۔ ونڈ اسکرین سے باہر دیکھتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

مستقل رابطہ رہتا ہے ان کے ساتھ۔

پتا نہیں۔ میں اس کے جواب پر حیران نہیں ہوا تھا وہ ایسی ہی تھی۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیا کرو گی؟

پتا نہیں۔ اسنے پھر اسی لہجے میں جواب دیا تھا۔ میں جان گیا کہ وہ میرے سوالوں میں دلچسپی لے رہی ہے نہ مجھ میں شاید وہ یہ چاہتی تھی کہ میں چپ رہوں اور میں چپ ہو گیا تھا۔

وہ اتنی اہم نہیں تھی کہ میں اسے بار بار مخاطب کیے جاتا، ہاں مشعل ہوتی تو معاملہ اور ہوتا مجھے اس کی خاموشی چبھتی تھی شاید میں نے اسے کبھی خاموش نہیں دیکھا تھا اس لیے۔

مشعل ہر معاملے میں اس سے بہت مختلف تھی۔ وہ بے حد خوبصورت تھی۔ دراز قد، سفید رنگت، خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں جو دراز پلکوں سے سجی ہوئی تھیں۔ اس کا چہرہ ہر وقت مسکراہٹ کا تاثر لیے رہتا تھا۔ آنکھوں سے ہم رنگ اس کے سیاہ بال کمر تک لہراتے تھی وہ بہت کم ہی انہیں باندھتی تھی اور مہرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

میں نے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر اپنے ذہن میں جیسے اس کے نقوش ابھارنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے چہرے میں کچھ بھی خالہ جیسا نہیں تھا، وہ بالکل اپنے باپ جیسی تھی۔ سانولی رنگت، عام سی آنکھیں، عام سے بال، معمولی شکل وصورت میں کوئی تو ایسی خاص چیز نہیں تھی جو اسے کچھ بہتر کر دیتی پھر اس کی خاموشی، اس کی جلی کٹی باتیں اس کے کمپلیکسز، واقعی کچھ لوگوں کو خدا کچھ بھی نہیں دیتا، پتا نہیں کیوں میں پھر اس کا موازنہ مشعل سے کرنے لگا تھا۔

کتنا مشکل ہوتا ہوگا اس کے لیے یونیورسٹی میں مشعل کا سامنا کرنا وہ جو مستقل لائم لائٹ میں رہتی تھی جو ہر چیز، ہر جگہ، ہر شخص پر چھا جاتی تھی پھر یہ سب مہرین کیسے برداشت کرتی ہوگی اسکی جیلسی حق بجانب ہے وہ اور کر بھی کیا سکتی ہے۔

مجھے مشعل پر فخر محسوس ہوا تھا۔ کیا کوئی اس سے زیادہ مکمل ہوگا؟ کسی کے پاس اس سے زیادہ نعمتیں ہوں گی؟ خوبصورتی، ذہانت، دولت، شہرت، محبت کیا نہیں تھا اس کے پاس اور وہ تو پھر اندر سے بھی خوبصورت تھی۔ اس میں غرور نہیں تھا۔ عاجزی تھی، نرمی ایثار تھا سچائی تھی جو اس کے ہر لفظ میں بولتی تھی اور اس صاف گوئی نے ہی تو مجھے اس کا شیدا کیا تھا۔

اس کا گھر آ گیا تھا۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔ میں گاڑی سیدھی اندر لے گیا۔

میں نے خالہ سے کہا تھا کہ میں خود چلی جاتی ہوں مگر انہوں نے خود ہی اصرار کیا تھا کہ آپ مجھے چھوڑ آئیں گے حالانکہ میں آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتی تھی بہر حال آپ کا شکریہ آپ نے اتنی زحمت کی۔

گاڑی کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے پتا نہیں کیوں صفائی پیش کی اس سے پیشتر کہ وہ دروازہ کھول کر اتر جاتی میں نے ہینڈل پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں نے کوئی زحمت نہیں کی، تم میری کزن ہو اور پہلے بھی تو تمہیں میں ہی چھوڑ کر آ تا تھا۔ تب تو تم نے ایسا کبھی کچھ نہیں کہا۔

پہلے کی بات اور تھی۔ لاؤنج کا دروازہ کھول کر اچانک مشعل باہر آئی تھی۔ میں نے ہینڈل سے ہاتھ اٹھا دیا۔ مہرین دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی۔ مشعل سیدھی میری طرف آئی تھی، بڑی بے تکلفی سے اس نے میری طرف والا دروازہ کھولا اور مہرین کو مخاطب کیا۔

اچھا کیا مہرین تم کسی بہانے سے انہیں لائیں تو ورنہ یہ صاحب تو یہاں آنے پر تیار ہی نہیں ہوتے۔

مہرین نے ایک نظر رک کر ہم دونوں کو دیکھا تھا اور پھر کچھ کہے بغیر اندر کی طرف قدم بڑھا دیے۔

اب اندر آؤ تم بھی۔ مشعل نے مجھے کہا تھا۔

نہیں یار مجھے کچھ کام ہے، مجھے واپس جانا ہے، میں ایک دو دنوں تک چکر لگاؤں گا۔

اس نے مجھے بازو سے پکڑ کر باہر کھینچا۔

مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے تمہارے ایک دو دن بعد کے چکر سے، تم ابھی اترو آخر میں نے بھی دوپہر کے لنچ کا قرض اتارنا ہے۔ اس وقت تو آرام سے چھوڑ کر چلے گئے تھے مگر اب میں کہیں نہیں جانے دوں گی اترو نیچے۔

میں اس کی بات رد نہیں کر سکا اور مسکراتا ہوا نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے میں اندر آ گیا تھا۔

نانی اماں کہاں ہیں۔ میں نے اندر آ کر پوچھا تھا۔

اپنے کمرے میں ہیں ملنا چاہتے ہو؟ میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کے ساتھ جب میں نانی کے کمرے میں داخل ہوا تو مہرین وہیں تھی ہمیں دیکھ کر وہ کمرے سے چلی گئی۔

دیکھیں دادی امی آج آپ کے نواسے کو زبردستی پکڑ کر لائی ہوں ورنہ یہ تو آنے پر تیار ہی نہیں تھا۔ مشعل نے جیسے میرا تعارف کروایا تھا۔ میں نانی اماں کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے میرا ماتھا چوما۔

ایک ڈیڑھ ماہ کے لئے آتے ہو اور اس میں بھی تمہاری شکل دیکھنے کے لئے پیغام بھجوانا پڑتا ہے۔ میں ان کے شکوے پر شرمندہ ہو گیا تھا۔

نہیں نانی اماں بس مصروفیت ہی اتنی ہوتی ہے کہ کہیں آنے جانے کے لئے وقت ہی نہیں ملتا۔میں نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

ہاں بھئی بہت مصروف ہیں یہ۔ہم جیسے فالتو لوگوں سے ملنے لئے وقت کہاں سے نکالیں ؟ان سے ملنا ہو تو باقاعدہ اپائنمنٹ لینی چاہیے کہ بھئی اگر فرصت ہے تو ایک نظر ہم غریبوں پر بھی۔

مشعل کرسی پر جھولتے ہوئے کہہ رہی تھی میں اس کی بات پر صرف مسکرا کر رہ گیا۔

جاؤ مشعل اسود کے لئے کچھ کھانے پینے کو لے کر آؤ۔وہ نانی اماں کی ہدایت پر سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئی۔

تمہاری ماں آئی تھی، کہہ رہی تھی کہ تم اگلے ہفتے جانے والے ہو۔

نانی اماں نے مجھ سے کہا۔

ہاں چھٹیاں ختم ہو رہی ہیں میری اس لیے۔

اتنی کم چھٹیاں لے کر کیوں آتے ہو؟

نانی یہ اتنی کم چھٹیاں بھی نہیں ہوتیں ایک ماہ گزار کر جا رہا ہوں اس سے زیادہ کیا رہوں؟

میں نے تو تمہاری ماں سے کہا ہے کہ اب تمہاری شادی کا سوچے، ماشا اللہ اب تم اچھا خاصا کمانے لگے ہو۔اس قابل ہو گئے ہو کہ بیوی اور بچوں کی ذمہ داری اٹھا سکو۔

ایسی بھی کیا جلدی ہے نانی ابھی تو مجھے آزاد رہنے دیں دو چار سال، پھر دیکھا جائے گا اور پھر میں کونسا بوڑھا ہو رہا ہوں؟

تمہاری ماں بھی یہی کہہ رہی تھی دونوں کا دماغ برابر خراب ہے۔

وہ کچھ خفا سی ہو گئی تھیں۔

آپ ناراض نہ ہوں، میں سوچوں گا اس کے بارے میں کچھ۔میں نے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

پہلے تو آپ خاندان کی لڑکیوں کے بارے میں کچھ سوچیں۔

خاندان میں کونسی ڈھیروں ڈھیر لڑکیاں ہیں؟ابرار کی بچیاں ہین تو انہیں تو ابرار کی بیوی اپنے خاندان میں بیاہنے کا خیال رکھتی ہیں اور اس کے خاندان والے بھی یہی چاہتے ہیں۔

اصغر اپنی دو بچیاں بیاہ چکا ہے اور تیسری کی باری آنے میں ابھی دیر ہے، باقی رہ گئی مشعل تو اس کے لئے تو رشتوں کے انبار لگے ہوئے ہیں ہر ہفتے ایک دو رشتے آ جاتے ہیں۔

میں کچھ بے چین ہو گیا تھا۔

کیا ماموں ممانی نے اس کے لئے کچھ سوچا ہے۔

ابھی تک تو نہیں، اکلوتی ہے نا اس لئے وہ اتنی جلد شادی نہیں کرنا چاہ رہے۔وہ چاہتے ہیں کہ تعلیم مکمل کر لے پھر ہی وہ کچھ سوچیں مگر اس کا کوئی اتنا مسئلہ نہیں ہے، اس کے لئے تو اتنے رشتے ہیں کہ انہیں انتخاب کرنے میں دشواری ہو گی۔وہ بتا رہی تھیں۔

اور مہرین بھی تو ہے اس کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے میرے سوال پر نانی اماں

کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا۔ وہ یکدم چپ کر ہو گئیں۔

اس کے بارے میں کیا سوچنا ہے اس نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ کسی کو اس کے بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جب اسے شادی کرنی ہو گی وہ بتا دے گی، کیا کیا جتن کر کے میں نے اس کے لئے ایک دو رشتے تلاش کیے تھے مگر اس نے تو صاف انکار کر دیا کہ مجھے ابھی شادی کرنی ہی نہیں ہے۔ بالکل باپ پر گئی ہے وہ، نہ اس میں کوئی لحاظ مروت تھا نہ اس میں ہے، بات کرتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتی کہ کس سے بات کر رہی ہے۔ میں نے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ سوچا تھا یتیم ہے لڑکی ذات ہے، اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں مگر کیا پتا تھا کہ جوان ہو کر وہ ایسی بد لحاظ ہو جائے گی۔ بچپن سے یہاں رہتی آئی ہے، یہاں کا کھاتی ہے مگر اب یہ عالم ہے کہ کسی سے بات کرنا تو ایک طرف سلام دعا تک کی زحمت گوارا نہیں کرتی۔ کوئی مرے کوئی جیے اس کی بلا سے اسے تو پروا ہی نہیں ہے، ساری ساری رات کمرے کی لائٹ جلائے پتا نہیں کیا کرتی رہتی ہے اسے تو میرے پاس آ کر بیٹھنا پسند نہیں ہے حالانکہ یہ میں ہوں جس کی وجہ سے سب لوگ اسے برداشت کیے ہوئے ہیں ورنہ تو سب یہ چاہتے ہیں کہ اس کی ماں اسے لے جائے اور خود ہی اس کی شادی کرے مگر میں نے ان سے کہا ہے کہ جب اتنے سال اپنے پاس رکھا تو پھر دو چار سال اور سہی۔

نانی اس کے ہاتھوں کافی تنگ تھیں اور اس کی یہ شکایتیں کوئی نئی بات نہیں تھی۔

آپ اسے سمجھاتی کیوں نہیں ہیں؟

کیا سمجھاؤں میں اسے، وہ اب کوئی چھوٹی بچی تو نہیں ہے۔ آخر مشعل بھی تو ہے۔ اسے کون سمجھاتا ہے؟ اس کی ماں میں لاکھ برائیاں سہی مگر بیٹی کی تربیت اس نے اچھی کی ہے، مجال ہے کبھی کسی کو تکلیف پہنچی ہو اس سے یا کبھی وہ کسی سے لڑی ہو۔ اللہ نے صورت بھی خوب دی ہے اور سیرت بھی اور یہاں یہ حال ہے کہ نہ صورت اچھی ہے اور نہ سیرت اور لوگ خالی تعلیم کو نہیں دیکھتے، لڑکیوں کے گن دیکھتے ہیں اور اس میں تو اس قسم کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔

مہرین اچھی ہے، بہت اچھی ہے، دادی تو خوامخواہ ہی پریشان رہتی ہیں۔ جب اس کی شادی ہونی ہو گی تو پتا بھی نہیں چلے گا اور ہو جائے گی۔ کیونکہ رشتے تو آسمانوں پر لکھے ہوتے ہیں۔ مشعل اسی وقت اندر آئی تھی اور اس نے دادی کے آخری جملوں پر تبصرہ کیا تھا۔

ایک یہ ہے دیکھو کیسے پیار سے اس کا تذکرہ کرتی ہے اور ایک وہ ہے کبھی جو میں مشعل کا نام لے لوں تو آگ ہی لگ جاتی ہے اسے۔

میرا نام ہی ایسا ہے دادی اس کا کوئی قصور نہیں ہے مشعل نے ہنس کر کہا تھا۔

اب اسکا ذکر چھوڑیں اور کوئی اور بات کرتے ہیں۔ اس نے ٹرالی سے چائے کے برتن ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

یعنی تمہارے بارے میں بات کریں۔ میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

ہاں بالکل میرے بارے میں بھی بات ہو سکتی ہے ویسے یہ کوئی compulsion نہیں ہے جس چیز کے بارے میں چاہیں بات کریں۔

اس نے چائے کا کپ تھماتے ہوئے کہا۔

پھر واقعی باتوں کا رخ مڑ گیا تھا۔ رات کا کھانا میں نے وہیں کھایا تھا۔ مہرین کے علاوہ ڈائننگ ٹیبل پر سب تھے گپ شپ کرتے میں نے اس ڈنر کو واقعی انجوائے کیا تھا، کھانے کے بعد دوبارہ چائے کا دور چلا تھا اور مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ مشعل کی حس مزاح واقعی بہت اچھی تھی، وہ لطیفے سنا رہی تھی اور پورا لونگ روم قہقہوں سے گونج رہا تھا۔ وہ بڑی زبردست نقال تھی۔

رات کو گیارہ بجے کے قریب میں واپس گھر آیا تھا اور میرے دل و دماغ پر مشعل چھائی ہوئی تھی۔ اس کے ہونے سے ہر چیز بہت مکمل، بہت رنگین نظر آ رہی تھی میں سونے سے پہلے دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔

تمہارے گھر والے تمہارے لیے کوئی رشتہ وغیرہ تلاش کر رہے ہیں؟ اگلے دن ہم دوبارہ ایک ریسٹورنٹ میں بیٹھے ہوئے تھے اور میں نے اس سے پوچھا تھا۔

یہ افواہ تم نے کہاں سے سنی؟ اس نے بڑے آرام سے جلفریزی لیتے ہوئے کہا۔

نانی اماں نے بتایا ہے۔

اوہ کافی reliable سورسز ہیں تمہارے مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ رشتے ڈھونڈے نہیں جا رہے خود آ رہے ہیں لیکن مجھے اور میرے ماں باپ کو کوئی جلدی نہیں ہے۔؟

نہیں، انہوں نے مجھے بتایا تھا مگر پھر بھی میں نے تم سے بات کرنا مناسب سمجھا۔ یاد رکھنا مشعل جب شادی کے بارے میں سوچو تو سب سے پہلے میرے بارے میں سوچنا۔

میں نے اسے سنجیدگی سے کہا اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی۔

کیا تم مجھے پرو پوز کر رہے ہو؟

ہاں میرا خیال ہے کہ میں یہی کہ رہا ہوں۔

چلو سوچیں گے تمہارے بارے میں بھی۔

اس نے اپنی پلیٹ میں سلاد ڈالتے ہوئے کہا۔

بالکل تمہیں صرف میرے بارے میں ہی سوچنا ہے۔

کوئی زبردستی ہے؟ اس کے چہرے پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ تھی۔

ہاں زبردستی ہی سمجھو۔

بھئی اگر پرو پوز کرنا ہے تو باقاعدہ ڈھنگ سے کرو۔ اس نے سلاد کھاتے ہوئے کہا تھا۔

باقاعدہ پرو پوز تب کروں گا جب پاکستان ٹرانسفر ہوں گا اس سے پہلے نہیں۔

پہلے کیوں نہیں؟

بس ویسے ہی میں یہ لمبی چوڑی منگنیوں پر یقین نہیں کرتا۔ جب پاکستان ٹرانسفر ہو جاؤں گا تو ایک ماہ پہلے منگنی کروں گا اور پھر شادی، یہ دو دو سال پہلے کی جانے والی منگنیوں میں بڑے چکر پڑتے ہیں۔ بڑے جھگڑے ہوتے ہیں اور میں یہ سب چیزیں نہیں چاہتا۔

میں نے اسے اپنی بات سمجھائی تھی۔

کافی دور کی سوچتے ہو تم۔ وہ میری بات پر مسلسل مسکراتی رہی۔ میں بھی جواب دیے بغیر صرف مسکرا دیا۔

کچھ دیر ہم دونوں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے پھر پتا نہیں کیسے مہرین موضوع گفتگو بن گئی اور اکثر ایسا ہی ہوتا تھا۔ مہرین کے لیے ہمیشہ ہماری گفتگو میں کچھ نہ کچھ گنجائش نکل آتی تھی۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلتا تھا اور ہم اسی کے بارے میں بات کر رہے ہوتے تھے۔

تمہیں پتا ہے مہرین آج کل کیا کر رہی ہے؟

اس نے اچانک مجھ سے کہا تھا میں اچانک کھانا کھاتے رک گیا۔

دادی اماں پہلے اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہیں مگر اب وہ جو کام کر رہی ہے اس کا انہیں پتا چل گیا تو گھر میں طوفان آ جائے گا۔ میں تمہیں بتانا نہیں چاہ رہی تھی مگر صرف اس لیے بتا رہی ہوں کہ تم دونوں کی اچھی خاصی دوستی ہوا کرتی تھی۔ شاید تم ہی اسے کچھ سمجھا سکو۔

اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

کیا کر رہی ہے وہ؟ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔ اس نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

آج کل یونیورسٹی میں اس کا ایک افیئر بہت مشہور ہے۔ پچھلے کافی عرصے سے وہ کئی لڑکوں کے ساتھ پھرتی رہی ہے مگر اب کافی عرصے سے وہ ایک لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ کئی لڑکوں کے ساتھ پھرتی رہی ہے مگر اب کافی عرصے سے وہ ایک لڑکے کے ساتھ رہتی ہے۔

وہ دونوں سارا دن کلاسز اٹینڈ کرنے کی بجائے یونیورسٹی کے لان میں بیٹھے رہتے ہیں یا پھر ہوٹلنگ کرتے رہتے ہیں۔ اس لڑکے کی شہرت بھی اچھی نہیں ہے مگر مہرین کو پتا نہیں اس میں کیا نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ سے مجھے بھی بہت پریشانی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ آخر کو وہ میری کزن ہے اور یونیورسٹی میں یہ بات سب جانتے ہیں۔

میں نے ابھی تک یہ بات دادی سے چھپائی ہے حالانکہ وہ مجھے کہتی رہتی ہیں کہ میں مہرین کے بارے میں سب کچھ انہیں بتاتی رہوں مگر مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں اس کی جاسوسی کرتی پھروں، اس لیے میں دادی کے سامنے تو سب اچھا ہے کا ڈھونگ رچائے رکھتی ہوں مگر درحقیقت بہت پریشان ہوں۔ جلد یا بدیر یہ بات گھر تک پہنچ ہی جائے گی پھر وہاں ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔

مجھے مہرین کی فکر ہے اس کی پرواہ ہے مگر وہ یہ بات نہیں سمجھتی، پلیز تم ایک بار اس سے اس سلسلے میں بات ضرور کرو۔ اس نے منت بھرے انداز میں کہا تھا۔

لیکن مشعل میں اسے کیا کہوں گا اور پھر ہماری جو تھوڑی بہت دوستی تھی، وہ اب نہیں ہے اب تو وہ مجھ سے زیادہ بات بھی نہیں کرتی۔ میں نے اپنی پوزیشن واضح کی تھی۔

پھر بھی اسود تم اس سے بات تو کرو۔

مشعل تم خود اس سے بات کیوں نہیں کرتیں؟

اسود وہ کبھی بھی میری بات پر عمل نہیں کرے گی وہ تو مجھے اپنا دشمن سمجھتی ہے۔

ٹھیک ہے پھر تمہیں اس کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو آدمی غلطی

کرے اسے ٹھوکر لگنی ہی چاہیا گر اسے خود اپنی عزت کی پرواہ نہیں ہے تو تم یا میں اسے کیا سمجھائیں؟

میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا مگر وہ میری بات پر بگڑ گئی تھی۔

یعنی تمہارا مطلب ہے کہ ہم اسے کنوئیں میں گرنے دیں، کم از کم میں تو ایسا نہیں ہونے دوں گی اور مجھے تم سے بھی بڑی مایوسی ہوئی ہے اسود، میرا خیال تھا کہ تم اتنی خودغرضی نہیں دکھاؤ گے اور وہ بھی مہرین کے معاملے میں۔

ٹھیک ہے میں اس سے بات کروں گا۔ میں نے ایک دم ہتھیار ڈال دیے تھے۔

وہ مہرین کے لیے پریشان تھی اور یہ پریشانی مجھے اچھی لگی تھی۔

اور لوگ کہتے ہیں اب دنیا میں اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ میں نے کھانا شروع کرتے ہوئے سوچا تھا۔

میں نے ابھی تک یہ بات دادی سے چھپائی ھے حالانکہ وہ مجھے کہتی رہتی ھیں کہ میں مہرین کے بارے میں سب کچھ انہیں بتاتی رہوں مگر مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں اس کی جاسوسی کرتی پھروں۔ اس لئے میں دادی کے سامنے تو سب اچھا ھے کا ڈھونگ رچائے رکھتی ھوں مگر درحقیقت بہت پریشان ھوں۔ جلد یا بدیر یہ بات گھر پہنچ ھی جائے گی پھر وھاں ایک ہنگامہ برپا ھو جائیگا۔

مجھے مہرین کی فکر ہے اس کی پرواہ ھے مگر وہ یہ بات نہیں سمجھتی۔ پلیز تم ایک بار اس سلسلے میں اس سے بات ضرور کرو۔ اس نے منت بھرے انداز میں کہا تھا۔

لیکن مشعل میں اسے کیا کہوں گا اور پھر ھماری جو تھوڑی بہت دوستی تھی وہ اب نہیں ھے اب تو وہ مجھ سے زیادہ بات بھی نہیں کرتی۔ میں نے اپنی پوزیشن واضح کی تھی۔

پھر بھی اسود تم اس سے بات تو کرو۔

مشعل تم خود اس سے بات کیوں نہیں کرتیں؟

اسود وہ کبھی بھی میری بات پر عمل نہیں کریگی وہ تو مجھے اپنا دشمن سمجھتی ھے۔

ٹھیک ھے پھر تمہیں اس کے بارے میں فکر مند ھونے کی ضرورت نہیں ھے جو آدمی غلطی کرے اسے ٹھوکر لگنی چاہیئے اگر اسے خود اپنی عزت کی پرواہ نہیں ھے تو تم یا میں اسے کیا سمجھائیں؟ میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا مگر وہ میری بات پر بگڑ گئی تھی۔

یعنی تمہارا مطلب ھے کہ ھم اسے کنوئیں میں گرنے دیں۔ کم از کم میں تو ایسا نہیں ھونے دونگی اور مجھے تم سے بھی بڑی مایوسی ھوئی ھے اسود، میرا خیال تھا کہ تم اتنی خودغرضی نہیں دکھاؤ گے اور وہ بھی مہرین کے معاملے میں۔

ٹھیک ھے میں اس سے بات کروں گا۔ میں نے ایک دم ہتھیار ڈال دیئے تھے۔

وہ مہرین کے لئے واقعی پریشان تھی اور یہ پریشانی مجھے اچھی لگی تھی۔

اور لوگ کہتے ھیں اب دنیا میں اچھے لوگ نہیں ھوتے۔ میں نے کھانا شروع کرتے ھوئے سوچا تھا۔

اگلے چند دن میں واپس جانے کی تیاریوں میں مصروف رہا اور مہرین سے نہیں مل سکا۔

جس رات مجھے لندن واپس جانا تھا اس رات میں مشعل کے گھر گیا تھا۔ مشعل سے میں ایک دن پہلے ہی مل چکا تھا کیونکہ اسے اپنی خالہ کی بیٹی کی شادی میں شرکت کے لئے کوئٹہ جانا تھا۔

نانی اماں سے ملنے کے بعد میں نے ان سے مہرین کے بارے میں دریافت کیا تھا۔

اپنے کمرے میں ہوگی اور اس کا کون ساٹھکانہ ہے؟ انہوں نے کہا۔

پھر میں ذرا اس سے بھی مل آتا ہوں۔

ہاں جاؤ مل آو۔

میں اوپر کی منزل پر چلا آیا۔ آہستہ سے میں نے اس کے دروازے پر دستک دی تھی۔

چند لمحوں تک خاموش رہی پھر اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ سفید شلوار کرتے میں دوپٹے سے بے نیاز وہ کہنیوں تک آستینیں چڑھائے ہوئے خلاف معمول مجھے اچھی لگی تھی۔

آئیں۔ اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے اس نے مجھے اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔ میں اندر چلا گیا۔

سادہ سا بے ترتیب کمرہ اس کی اپنی شخصیت کا عکاس تھا۔ کمرے میں ایک کارپٹ بچھا تھا اور اس پر کشن رکھے ہوئے تھے۔ سائیڈ کی دیوار میں لگے ہوئے ریکس کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ کارپٹ کے اوپر کونے میں کچھ کتابیں پڑی ہوئی تھیں اور کچھ کاغذات اور فائلیں بھی تھیں۔ کمرے کے وسط میں رکھی ہوئی تپائی پر چائے کا ایک بھرا ہوا مگ پڑا ہوا تھا۔ دیواریں چھوٹی بڑی پینٹنگ سے سجی ہوئی تھیں۔ دیوار کے پاس رکھے ہوئے سٹیریو میں بہت مدھم آواز میں کوئی انگلش سونگ بج رہا تھا۔ میں نے کمرے کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔

وہ اتنی دیر میں کشنز پر پڑا ہوا دوپٹہ اٹھا چکی تھی۔

اچھا ہے تمہارا کمرہ، کافی عرصے بعد دیکھا ہے میں نے۔

اس نے میرے تبصرے پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

کیا بیٹھنے کے لئے نہیں کہوگی؟

بیٹھیں اس نے ایک کشن اٹھا کر میری طرف بڑھا دیا۔

میں آج واپس جا رہا ہوں، سوچا کہ تم سے بھی ملتا چلوں۔ کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے میں نے کہا۔ میں جانتا تھا کہ وہ حیران ہوگی کیونکہ پہلے کبھی میں اسے خدا حافظ کہنے نہیں آیا تھا۔

میں نے اسے دیکھا تھا اور بہت اچانک ہم دونوں کی نظر ملی تھی۔ بہت عجیب سا احساس ہوا تھا۔ اس کی نظر بہت اندر تک اتر جانے والی تھی۔ ایسی آنکھوں کو آپ آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکتے۔

میں نے دوبارہ اس کی طرف نہیں دیکھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مجھے دیکھ رہی ہے اور میں اس سے نظر نہیں ملا سکتا تھا۔

کیا مصروفیات ہیں تمہاری؟ میں نے بات شروع کرنے کی کوشش کی۔

کیا یہ بہتر نہیں ھے کہ آپ جو بات کرنے آئے ھیں وہی کریں۔اس کا قیاس غضب کا تھا۔

تم جانتی ہو میں کیا بات کرنے آیا ھوں؟ مین نے اس سے پوچھا۔

مجھے غیب کا علم نہیں آتا۔اس نے بے تاثر انداز میں کہا تھا۔میں نے ایک گہری سانس لی۔

مہرین ہم کبھی اچھے دوست ھوا کرتے تھے اور میں اب بھی تمہیں اچھا دوست ھی سمجھتا ھوں اسی لئے تمہیں ایک نصیحت کر رھا ھوں۔ایسا کوئی کام مت کرو جس سے تمہاری عزت پر حرف آئے۔تم بہت اچھی ھو اور میں چاہتا ھوں کہ سب تمہیں اچھا ھی سمجھیں۔

میں جانتی ھوں میں اچھی ھوں اور مجھے اپنی اچھائی ثابت کرنے کے لئے آپ کے یا کسی اور کے سرٹیفیکٹ کی ضرورت نہیں ھے اور میں ایسا کوئی بھی کام نہیں کر رھی جس سے میری عزت پر حرف آئے۔اس کا انداز بہت پرسکون تھا۔

اور یہ جو تم فضول لڑکوں سے دوستی کئے ھوئے ھو وہ کیا ھے؟ کیا اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا؟ میں نے بالآخر دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا مگر اس کے اطمینان میں رتی بھر کمی نہیں آئی وہ خاموشی سے مجھے دیکھتی رھی اور پھر بولی۔

ھر انسان کو حق ھے کہ وہ دوسروں کے بارے میں رائے دے۔ضروری نہیں ھے جو آپ کو فضول لگے وہ مجھے بھی لگے اور مجھے لوگوں کی کافی پہچان ھے میں اتنی میچور ھو چکی ھوں کہ یہ طے کر لوں کہ کون اچھا ھے کون برا۔

لیکن لڑکوں سے دوستی کیا ضروری ھے؟

اگر لڑکوں سے دوستی ضروری نہیں ھے تو پھر آپ سے بھی نہیں ھونی چاھیئے۔میں لاجواب ھو گیا تھا۔

دیکھو اگر اس قسم کی کوئی خبر گھر پہنچ گئی تو تمہیں اس سے بہت نقصان ھو سکتا ھے۔میں نے اسے دھمکایا تھا۔پہلی دفعہ اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

خبردار کرنے کے لئے شکریہ مگر اسود علی آپ میرے گارڈین ھیں نہ گاڈ فادر اور نہ ھی میں نے آپ سے کوئی مشورہ مانگا ھے،اس لئے آپ یہ مشورے اپنے پاس رکھیں۔آپ ملنے کے لئے آئے آپ کا شکریہ flightsafeahave

وہ صاف الفاظ میں مجھے جانے کے لئے کہہ رھی تھی۔میں کھڑا ھو گیا،اس سے زیادہ انسلٹ میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔کچھ کہے بغیر میں کمرے سے باھر نکل آیا۔

اس رات پاکستان سے لندن کی فلائیٹ میں،مین مہرین کے بارے میں ھی سوچتا رھا۔جن لوگوں کو خود اپنی پرواہ نہیں ھوتی،کوئی دوسرا ان کے لئے کیا کر سکتا ھے؟ یہی غلطی اس کے باپ نے کی تھی۔یہی غلطی وہ کر رھی تھی اچھا ھوا خالہ نے اس کے لئے اپنی زندگی برباد نہیں کی۔ میں نے سونے کے لئے آنکھیں بند کرتے ھوئے سوچا تھا۔

مشعل کو خط کے زریعے اس سے ھونے والی بات چیت سے آگاہ کر دیا تھا مگر ایسا بھی

بھی مجھ سے شکایت تھی۔اسے لگتا تھا میں نے اسے دل سے سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔وہ مہرین کے بارے میں بہت پریشان رھتی تھی۔اس کا ھر خط مہرین کے کسی نئے کارنامے کا تذکرہ ضرور لئے ھوتا۔

فی الحال گھر والوں تک مہرین کی کوئی بات نہیں پہنچی تھی مگر اب میں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے ابو کو مہرین کے بارے میں بتا دے۔اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے مگر اس کا جوابی خط جھڑکیوں سے بھرا ھوا تھا۔اس نے لکھا تھا کہ مجھے ایسا مشورہ دیتے ھوئے تمہیں شرم آنی چاھیئے تم مہرین کی زندگی تباہ کرنا چاھتے ھو۔تم مرد عورت کی کوئی غلطی چھپا کہاں سکتے ھو۔تم چاھتے ھو میں اپنے ھاتھوں سے اس کے منہ پر سیاھی مل دوں؟

خط میں اور بھی بہت کچھ تھا مگر مجھے اپنے مشورے پر کوئی شرمندگی نہیں ھوئی تھی۔مشعل جذباتی ھو کر سوچ رھی تھی اور میں حقیقت پسند تھا سو میں نے امی کو فون کر کے پوری صورتحال بتا دی تھی مگر وہ تو اس بات پر یقین کرنے کو تیار ھی نہیں تھیں۔

تمہیں اور مشعل کو کوئی غلط فہمی ھوئی ھے مہرین ایسی ھو ھی نہیں سکتی۔ان کی ایک ھی رٹ تھی۔میں نے انہیں قایل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام ھو کر موضوع ھی بدل دیا۔

ٹھیک ھے مجھے کیا میں کیوں اپنا وقت اور دماغ ضایع کروں جب نتیجہ ان کے سامنے آئے گا تو خود ھی انہیں پتا چل جائے گا کہ غلط فہمی کس کو تھی۔میں نے سوچا تھا۔

چار ماہ بعد اچانک میری پوسٹنگ پاکستان ھو گئی تھی۔یہ بات خلاف توقع تھی مگر بہرحال میرے لئے خوشی کا باعث تھی کہ اتنی جلدی مجھے پاکستان ٹرانسفر کیا جا رھا ھے۔میں کراچی آ گیا تھا کیونکہ مجھے کمپنی کے ھیڈ آفس میں کام کرنا تھا۔میں نے اپنے آفس کا چارج لے لیا اور اپنے آپ کو کام میں الجھانا شروع کر دیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں نے اپنے عہدے کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔لندن کی نسبت پاکستان میں کام کا پریشر زیادہ تھا۔مجھے یہاں زیادہ کام کرنا پڑتا تھا اور رات گئے تک مگر میں پھر بھی امی اور مشعل سے تقریبا روز ھی بات کر لیا کرتا تھا اور یہ تو جیسے میرے روٹین میں شامل ھو گیا تھا۔

میں ھر ویک اینڈ پر لاھور کا ایک چکر ضرور لگا لیا کرتا تھا۔ابھی تک میرا قیام ایک ھوٹل میں تھا اور کمپنی کی طرف سے مجھے ابھی باقاعدہ رھائش گاہ نہیں ملی تھی۔میرا ارادہ تھا کہ رھائش گاہ ملتے ھی میں امی کو بھی اپنے ساتھ کراچی لے جاؤں گا۔ان کی تنہائی بھی دور ھو جائیگی۔امی نے کراچی شفٹ ھونے کی تیاریاں بھی شروع کر دی تھیں۔

ایک شام جب میں نے امی کو فون کیا تو رسمی اور معمول کی بات چیت کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا تھا۔

اسود مجھے آج تم سے بہت اھم اور ضروری بات کرنی ھے اس لئے تم میری بات غور سے سننا۔

امی میں آپ کی ھر بات غور سے سنتا ھوں آپ اس معاملے میں فکر نہ کریں اور بات

کریں۔

مجھے تب تک اندازہ نہیں تھا کہ وہ مجھ سے کیا بات کرنا چاہتی ہیں۔مگران کے اگلے جملے نے مجھ ہکا بکا کر دیا تھا۔

میں امی سے تمہارے لئے مہرین کا رشتہ مانگنے والی ہوں۔

امی آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ میرے سر پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔شروع سے ہی میرا ارادہ تھا کہ میں مہرین کو اپنی بہو بناؤں مگر میں چاہتی تھی کہ تم کسی قابل ہو جاؤ تو میں ایسا کچھ کروں اور اب تم اس قابل ہو گئے ہو اور مہرین کی تعلیم بھی مکمل ہونے والی ہے۔

امی میں اسے قطعاً پسند نہیں کرتا اور نہ ہی میں نے کبھی اس کے بارے میں ایسا کچھ سوچا ہے وہ میرے لئے ایک کزن ہے اور بس۔میری بیوی کے معیار پر وہ پوری نہیں اترتی۔

میں نے صاف اور سیدھے لفظوں میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر دیا۔کچھ دیر تک دوسری طرف خاموشی چھائی رہی پھر امی نے کہا تھا۔

بچپن میں تو تمہاری بڑی دوستی ہوتی تھی اس سے۔

بچپن کی بات بچپن میں ختم ہو گئی۔اب ہمارے درمیان اس قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مگر اس میں خرابی کیا ہے؟

آپ مجھے یہ بتائیں کہ اس میں اچھائی کیا ہے؟ مجھے بطور بیوی ایسی لڑکی چاہئے جو صاف گو اور مضبوط کردار کی مالک ہو۔جو کھلے دل اور اعلیٰ ظرف کی مالک ہو۔جو سمجھدار ہو،جس کے ساتھ میری اچھی انڈرسٹینڈنگ ہو اور معاف کیجئے گا آپ کی بھانجی میں ان میں سے ایک بھی کوالٹی نہیں ہے۔

مجھے یہ بات کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے مگر یہ سچ ہے کہ وہ ایک برے کردار کی لڑکی ہے۔جس کی نہ خاندان میں عزت ہے نہ خاندان کے باہر اور آپ پتا نہیں کس جرم کی سزا کے طور پر اسے میرے سر تھوپنا چاہ رہی ہیں۔

امی نے میری بات سننے کے بعد کہا تھا۔

تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔تمہیں بہت سی غلط فہمیاں ہیں اس کے بارے میں۔تمہیں پتا ہی نہیں ہے کہ اس کے لئے کیسے کیسے رشتے آ رہے ہیں تم تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہو یہ تو میں ہوں جو ضد کر رہی ہوں کہ اس کی شادی تم سے ہو اور وہ میرے گھر آئے ورنہ امی تو اس کا رشتہ طے کرنے والی ہیں۔

مجھے امی کی غلط بیانی پر ہنسی آئی تھی۔وہ اگر یہ جانتی ہوتیں کہ نانی امی مہرین کے لئے رشتوں کی کمیابی کا رونا میرے آگے رو چکی ہیں تو وہ شاید کبھی بھی جھوٹ نہ بولتیں۔

ٹھیک ہے اگر اس کے لئے اچھے رشتے ہیں تو مسئلہ ہی کیا ہے۔آپ نانی امی کو کہیں کہ وہ کوئی بھی اچھا رشتہ اس کے لئے منتخب کر لیں مگر میرا پیچھا چھوڑ دیں میں نے اس سے شادی نہیں کرنی۔مجھے اپنی مرضی سے شادی کرنی ہے۔

ٹھیک ہے پھر جہاں تمہارا دل چاہے شادی کرلو میرا تمہارا رشتہ آج سے ختم سمجھو۔انہوں نے یہ کہ کرفون بند کر دیا۔میں ان کی اس حرکت پر حیران ہوگیا تھا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس رشتے کو اتنا سنجیدگی سے لے رہی ہیں۔ مجھے مہرین پر بے تحاشہ غصہ آیا تھا۔

پھر میں نے بار بار امی کو فون کیا ہر دفعہ بیل بجتی رہی مگر کسی نے فون نہیں اٹھایا شاید وہ بھی جانتی تھیں کہ میں دوبارہ فون ضرور کروں گا۔بیس پچیس بار رنگ کرنے کے بعد میں نے تنگ آ کرفون بند کر دیا تھا وہ جانتی تھیں کہ میں انہیں رنگ کر رہا ہوں گا اسی لئے وہ فون نہیں اٹھا رہیں تھیں۔ یہ ایموشنل بلیک میلنگ تھی۔

میں نے کچھ دیر بعد مشعل کو فون کیا تھا اور اسے ساری بات بتادی تھی۔ وہ سارا قصہ سن کر سکتے میں آ گئی تھی۔ چند منٹ خاموش رہنے کے بعد یک دم اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

مشعل دیکھو تم پریشان مت ہو، کچھ نہیں ہوگا۔ میں امی کو رضامند کرلوں گا مگر پلیز تم رونا بند کر دو۔ میں بے حد پریشان ہو گیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح میرے سامنے روئی تھی۔

پلیز اسود کچھ کرو۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، میں مر جاؤں گی۔ خدا کے لئے کچھ کرو۔ وہ بلکتے ہوئے کہہ رہی تھی اور میرا دل کٹ رہا تھا۔

پہلی دفعہ وہ اظہار محبت کر رہی تھی اور وہ بھی کس انداز میں۔

مشعل کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے۔تم فکر نہ کرو میں کوئی دودھ پیتا بچہ نہیں ہوں اور انہیں میری خواہش کا احترام کرنا پڑے گا۔ وہ اگر رضامند نہ بھی ہوئیں تو بھی میں اپنی زندگی کے فیصلے خود کروں گا۔میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔

میں مہرین کو سب کچھ دے سکتی ہوں، سب کچھ مگر تمہیں نہیں۔ یہ واحد چیز ہے جس سے میں کسی صورت دستبردار نہیں ہوسکتی۔تم میرے ہو اور میرے ہی رہو گے۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا بولو تم سن رہے ہونا؟

وہ بے تاب تھی اور میری کوئی تسلی اسے پرسکون نہیں کر رہی تھی پھر بھی میں بہت دیر تک اسے دلاسے دیتا رہا اور جب کچھ نارمل ہوئی تو میں نے فون بند کر دیا۔ مجھے امی پر بے تحاشہ طیش آ رہا تھا۔ وہ پتا نہیں میرے کس گناہ کی سزا مجھے دینا چاہ رہی تھیں۔ میں پوری رات غصے سے کھولتا جاگتا رہا۔

اگلی صبح آفس سے چھٹی منظور کروانے کے بعد میں شام کی فلائیٹ سے لاہور پہنچ گیا تھا۔ امی نے بڑی سرد مہری سے میرا استقبال کیا تھا۔انہیں معلوم تھا کہ میں آج ضرور آؤں گا۔ایسی قیامت کسی کے سر پر توڑی جائے تو وہ کہاں ایک جگہ ٹک کر رہ سکتا ہے۔ میں آتے ہی امی سے بحث میں الجھ گیا تھا۔وہ اپنی بات پر قائم تھیں اور قول سے پھرنے والا میں بھی نہیں تھا۔

اسود دیکھو مہرین نے بہت مشکلات دیکھی ہیں۔ کہیں اور بیاہ کر جائے تو پتا نہیں اس کا نصیب کیسا ہو مگر اپنے گھر بیاہ کر لاتے ہوئے مجھے یہ تسلی تو ہوگی کہ وہ سکھی رہے گی۔انہوں نے

مجھ سے کہا تھا۔

اس نے اگر مشکلات دیکھی ھیں تو اپنے باپ کی وجہ سے۔ نہ اس کا باپ ایسے

کارنامے کرتا نہ اس کے اعمال اس کہ بیٹی کے سامنے آتے مگر آپ مجھے کس گناہ کی سزا دے رھی ھیں۔ میں نے کوئی دارالامان تو نہیں کھولا کہ دوسروں کے سکھ کے لئے اپنی زندگی برباد کرلوں۔ ویسے بھی وہ اپنے باپ کی طرح ھی ھے۔ خود غرض اور بے حس اس لئے آپ کو اس کے بارے میں فکر مند ھونے کی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگ اپنی پروا کرنا خوب جانتے ھیں اور یہ بات میں آپ کو صاف صاف بتا دوں کہ اگر میرے ساتھ اس کی شادی ھو بھی گئی تو جان لیجئے گا کہ مجھ سے اس کو کوئی خوشی نہیں ملے گی یہ بات تو طے ھے۔

ھو سکتا ھے کہیں اور شادی کر کے وہ خوشحال زندگی گزارے مگر میرے ساتھ شادی کر کے وہ بھی پچھتائے گی اور آپ بھی۔ مجھے وہ قطعاً پسند نہیں ھے۔

تو پھر تمہیں کون پسند ھے؟

مجھے مشعل پسند ھے اور آپ میرے لئے اس کا رشتہ مانگیں مہرین کا نہیں۔

امی میری بات پر حیران رہ گئی تھیں۔

مشعل..... مشعل..... وہ زیر لب بڑبڑائی تھیں۔ پھر انہوں نے کہا تھا۔

مشعل اچھی ھے مگر مہرین اس سے میں نے بات کاٹ دی تھی۔

میرے سامنے آپ مہرین کا نام بھی نہ لیں۔ جب بھی آپ اس کا ذکر کرتی ھیں، اس سے میری نفرت اور بڑھ جاتی ھے۔

تم اس کے بارے میں بہت غلط سوچتے ھو۔ وہ ویسی نہیں ھے جیسی تم سمجھتے ھو۔

میں اسے کچھ سمجھتا ھی نہیں اور مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ھے کہ وہ کیسی ھے اور کیسی نہیں۔ مجھے بس اس سے شادی نہیں کرنی اور بس۔

ٹھیک ھے اگر تمہیں اس سے شادی نہیں کرنی تو جو چاھے کرو۔ جس سے چاھو شادی کرو مجھے کوئی دلچسپی نہیں ھے۔ انہوں نے خفگی سے کہا۔

امی آپ سمجھتی کیوں نہیں ھیں؟ مہرین ایک بہت ھی مکار اور چالباز لڑکی ھے آپ اسے بہو بنا کر پچھتائیں گی۔

تمہارا دماغ خراب ھے جو تم اس طرح کہہ رھے ھو۔

امی آپ سمجھتی کیوں نہیں جو لڑکی مجھے پسند نہیں ھے میں اس سے شادی کیسے کر سکتا ھوں؟ جس کے ساتھ ایک دن گزارنا مجھے مشکل لگتا ھے اس کے ساتھ ساری زندگی کیسے گزار سکتا ھوں؟ میں نے بے چارگی سے کہا تھا۔

تمہیں کوئی مجبور نہیں کر رھا۔ جہاں چاھے شادی کرنا اور جب چاھے کر لینا۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ھے۔

امی مشعل بھی تو آپ کی بھتیجی ھے اور وہ ھر لحاظ سے مہرین سے بہتر ھے۔ پھر آپ اس قدر ضد کیوں کر رھی ھیں؟ میں کوئی ایسی بات تو نہیں کر رھا جو نامناسب ھو بہرحال یہ تو طے

ھے کہ میں اس سے شادی نہیں کرونگا۔ چاھے آپ ناراض ھی کیوں نہ ھوں اور اگر آپ کی یہ ناراضگی زیادہ دیر تک رھی تو میں واپس لندن چلا جاؤں گا اور وھیں شادی کرلوں گا اور دوبارہ کبھی آپ کو شکل نہیں دکھاؤں گا۔ میں نے انہیں دھمکی دی تھی اور پھر میں اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔

مجھے امی کی ناراضگی کی زیادہ پروا نہیں تھی اس مرحلے پر میں ان کی پروا کر کے اپنی زندگی خراب کرنا نہیں چاھتا تھا۔ مجھے مشعل کی فکر تھی۔ پتا نہیں وہ کس قدر پریشان ھوگی۔ میں نے اسے رنگ کیا اور اپنی آمد اور امی کے ساتھ گفتگو کے بارے میں بتایا۔ وہ واقعی بہت پریشان تھی۔

اسود اب کیا ھوگا؟

کچھ نہیں ھوگا۔ وہ کچھ دیر ناراض رھیں گی اور پھر مان جائیں گی ان کے کون سے دو چار بیٹے ھیں کہ ایک کو خفا کر دیں تو بھی انہیں کوئی فرق نہ پڑے۔ تم بس پریشان نہ ھو اور مجھ پر بھروسہ رکھو۔

میں نے اسے تسلی دی تھی اور پھر کافی دیر تک ھم دونوں باتیں کرتے رھے۔

اگلی دوپہر کو میں امی کو خدا حافظ کہے بغیر واپس کراچی آ گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ امی کی ناراضگی زیادہ دیر نہیں چلے گی اور اب میں ان سے ناراض رھنا چاھتا تھا کہ انہیں اپنے غلط رویے کا احساس ھو۔ اس دن میں نے امی کو فون نہیں کیا اور نہ ھی اس سے اگلے دن البتہ میں مشعل کو فون کرتا رھا۔ وہ اب پہلے کی طرح فکر مند نہیں تھی البتہ وہ اس بات پر شرمندہ اور پشیمان ضرور تھی کہ میں نے اس کی وجہ سے اپنی امی کو ناراض کیا۔

تیسرے دن میں صبح آفس جانے کی تیاری کر رھا تھا جب کراچی سے ماموں کی کال آئی۔ امی کو ھارٹ اٹیک ھوا تھا اور وہ ھاسپٹل میں تھیں۔ مجھے لگا جیسے زمین ھل گئی تھی۔

یہ سب میری وجہ سے ھوا ھے۔ پہلی سوچ یہی میرے دماغ میں آئی تھی۔

امی کو دل کی تکلیف کافی عرصے سے تھی مگر ان کی حالت اتنی خراب کبھی نہیں ھوئی تھی کہ انہیں ڈاکٹر کے پاس لے جانا پڑے۔ یک دم ھر چیز سے میری دلچسپی ختم ھو گئی تھی۔ پہلی فلائیٹ سے میں شام کو لاھور پہنچ گیا تھا اور ایئر پورٹ سے سیدھا ھاسپٹل گیا۔

امی اب آئی سی یو سے باھر تھیں مگر ان کی حالت بہت اچھی نہیں تھی۔ تینوں ماموں ھاسپٹل میں ھی تھے۔ میں امی کے کمرے میں گیا تھا۔ انہیں ڈرپ لگی ھوئی تھی اور وہ غنودگی کے عالم میں تھیں۔ مین نے ان کا ھاتھ پکڑ لیا مگر انھوں نے آنکھیں نہیں کھولیں وہ اسی طرح بے حس و حرکت رھیں۔ پتا نہیں میں کتنی دیر میں ان کا ھاتھ پکڑے اسی طرح بیٹھا رھا۔ کوئی ڈاکٹر میرے پاس آیا تھا اور اس نے مجھے کمرے سے باھر جانے کے لئے کہا۔ میں ایک معمول کی طرح چل کر باھر آ گیا۔

پتا نہیں اسے ھوا کیا ھے۔ اچھی بھلی تھی۔ چند دن پہلے ھی تو ھماری طرف آئی ھوئی تھی۔ بالکل ٹھیک تھی۔ ماموں نے مجھے دیکھ کر کہا تھا۔

میں نے مشعل کو دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں میں مجھے بے تحاشہ خوف نظر آیا۔ میں جانتا تھا وہ کیوں خوفزدہ ہے؟ وہاں وہ بھی تھی۔ وزیٹرز روم کے ایک کونے میں کرسی پر بیٹھی وہ بہت مطمئین نظر آ رہی تھی۔ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا تھا۔ نہ وہ ہوتی نہ امی مجھے اس سے شادی کے لئے مجبور کرتیں ہر چیز ٹھیک رہتی۔ مگر سب کچھ اس نے خراب کیا تھا اس کا باپ بھی یہی کرتا تھا۔ دوسروں کی زندگی اپنی حرکتوں سے خراب کرتا تھا وہ بھی یہی کر رہی تھی۔ یہ چیز اس کے خون میں شامل تھی اور امی وہ کچھ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھیں۔ پتا نہیں اس نے ان پر کیا جادو کر دیا تھا۔

کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے تھے مگر میں نہیں گیا۔ میں وہاں بیٹھا دیر تک امی کے بارے میں سوچتا رہا۔اس رات وہ نیند آور دواؤں کے زیر اثر سوتی رہیں مگر اگلی صبح وہ جاگ گئی تھیں میں ان کے پاس گیا۔انہوں نے مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

میرے دل پر گھونسہ سا پڑا۔ میں ہی تو ان کی اس حالت کا ذمہ دار تھا۔ میں ان کے پاس کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑا، انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے ان کا حال پوچھا انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں پھر بھی وہیں بیٹھا رہا۔

کافی دیر تک ڈھیٹوں کی طرح وہاں بیٹھے رہنے کے بعد میں کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ پھر میں باہر لان میں ایک بینچ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اگر مسئلہ مہرین کا نہ ہوتا تو میں امی کی ضد پر ہتھیار ڈال دیتا اور مشعل سے بھی دست بردار ہو جاتا مگر میں مہرین کو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے جو نفرت مجھے اس سے ہو گئی تھی وہ اب میرے دل سے ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ پتا نہیں میں اسے اتنا ناپسند کیوں کرنے لگا تھا؟ وجہ جو بھی تھی میں اس سے شادی نہیں کر سکتا تھا اور پھر میں نے دو تین دن بعد امی کی حالت سنبھلنے کے بعد ان سے یہی کہا کہ وہ جس سے چاہیں میری شادی کر دیں مگر مہرین سے نہیں۔ انہوں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ مجھے لگا، وہ میری بات پر سوچ رہی ہیں۔

ایک ہفتہ کے بعد امی گھر آ گئی تھیں۔ ممانی نے مشعل کو ہمارے گھر بھیج دیا تھا اور وہی امی کی تیمارداری کر رہی تھی۔ امی کو گھر لانے کے دوسرے دن میں واپس کراچی آ گیا تھا اور میں نے رہائش حاصل کرنے کی کوششیں تیز کر دی تھیں۔

ایک ہفتہ کے اندر اندر گھر حاصل کرنے کے بعد میں واپس لاہور گیا تھا اور امی کو کراچی لے آیا۔ عجیب بات یہ تھی کہ امی نے کراچی جانے کے خلاف مزاحمت نہیں کی اور یہ بات مجھے عجیب لگی تھی مگر میں خوش تھا کہ بہرحال وہ میرے ساتھ آ گئی ہیں۔ امی کی بیماری کے بعد سے میں نے مشعل سے شادی کے سلسلے میں کوئی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی اس نے مجھ سے اس سلسلے میں کوئی بات کرنے کی کوشش کی۔

ہم لوگوں کے درمیان ایک عجیب سی دیوار حائل ہو گئی تھی اور میں اس دیوار کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ میں اسے کوئی فریب نہیں دینا چاہتا تھا۔ میرے جیسے بندے کو عشق نہیں کرنا چاہیئے۔ میں کمزور نہیں تھا مگر امی نے مجھے کمزور کر دیا تھا۔ میں انہیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا سو میں نے مشعل نام کی خواہش کو مار دیا تھا۔

کراچی آ کر امی کا رویہ بہت عجیب ہو گیا تھا۔ وہ بالکل چپ ہو کر رہ گئی تھیں۔ ہر چیز میں ان کی دلچسپی جیسے ختم ہو گئی تھی۔ میری ہر بات کا جواب وہ صرف ہوں ہاں سے دیتی تھیں۔ میں بے حد پریشان تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں کہ وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں۔ انہیں اب میرا اپنے پاس بیٹھنا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں شام کو آفس سے آ کر ان کے پاس بیٹھنا چاہتا تو وہ سونے کے لیے لیٹ جاتیں۔ میں ان کے لیے کوئی چیز خرید کر لاتا تو وہ یونہی رکھ دیتیں۔ چھٹی کے دن وہ صرف میری وجہ سے کمرے سے باہر نہیں نکلتی تھیں۔

پھر ایک دن میں نے انہیں روتے ہوئے دیکھ لیا۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے اپنے آنسو پونچھ لیے مگر مجھے ایسا لگا تھا کہ میرا نروس بریک ڈاؤن ہو جائے گا۔

آپ کیا چاہتی ہیں، مجھے بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں، آپ اس طرح کیوں کر رہی ہیں میرے ساتھ؟

انہوں نے میری بات کا جواب نہیں دیا، چپ بیٹھی رہیں۔

آپ مہرین سے میری شادی کرنا چاہتی ہیں، کر دیں مگر خدا کے لیے یہ سب نہ کریں جو آپ کر رہی ہیں۔

انہوں نے حیرانگی سے مجھے دیکھا تھا مگر میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ جو فیصلہ اتنے بہت سے دنوں سے میں نہیں کر پایا، وہ ایک لمحہ میں ہو گیا تھا۔ جب اپنی خوشی نہیں تو ٹھیک ہے امی کی خوشی ہی سہی۔ اگر زندگی مشعل کے بغیر ہی گزارنی تھی تو پھر ٹھیک ہے جو بھی ہوتا اس سے

کیا فرق پڑتا۔ ہاں مہرین کے ہونے سے امی کو فرق پڑتا تھا۔

میں ایک دفعہ مشعل سے بات کرنا چاہتا تھا۔ میں ایک دفعہ اسے اپنی مجبوریاں بتانا چاہتا تھا۔ وہی روایتی مجبوریاں جن کا میں چند سال پہلے تک مذاق اڑاتا تھا۔ میں ایک دفعہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ میں نے صرف اس سے محبت کی تھی۔ اسود علی کو صرف اس نے جیتا تھا، صرف اس نے تسخیر کیا تھا۔ وہ میری زندگی میں بے شک نہیں رہے گی مگر دل میں صرف وہی رہے گی۔

مرد کے لیے بہت آسان ہے کسی کو چھوڑنا۔ اس نے ایک بار مجھ سے کہا تھا اور میں نے اس سے کہا تھا۔

ہوتا ہو گا آسان کسی کو چھوڑنا مگر تمہیں نہیں۔ اور اب میں اسے چھوڑ رہا تھا مشعل کو ترک کر رہا تھا اور جب میں اس کے پاس نہیں رہوں گا تو باقی کیا بچے گا؟ اور جب وہ میرے پاس نہیں رہے گی تو میں کیا ہوں گا؟ اور اب اس کی خوبصورت آنکھوں میں ہر وقت نمی تیرتی رہے گی اور اب وہ بھی لوگوں پر اعتماد کرنا چھوڑ دے گی۔

میں دوسروں کے لیے اتنا ایثار اور اتنا کچھ کرتی ہوں کہ مجھے نہیں لگتا، خدا مجھے آنے والی زندگی میں کسی کے ہاتھوں فریب دلوائے گا۔ ایک بار چمکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے مجھ سے کہا تھا اور اب اس کی ساری قربانی اور سارا ایثار دھرا رہ جائے گا۔

میں نے اسے فون کیا اور مجھے اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ جیسے سب جانتی تھی۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیسے بات شروع کروں۔ سو میں چپ تھا اور اس کے

پاس شاید کچھ کہنے کے لیے تھا ہی نہیں۔

مشعل میں مہرین سے شادی کر رہا ہوں۔ بہت دیر چپ رہنے کے بعد میں نے کہا تھا۔

دوسری طرف خاموشی رہی۔

میں مجبور ہوں مشعل میں اپنی ماں کو کھونا نہیں چاہتا۔

اور مجھے..... مجھے کھو دو گے؟ اس کی آنسوؤں میں بھیگی آواز گونجی تھی۔

مجھے ایسا کرنا پڑے گا اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہے۔

ہاں اس کے علاوہ تمہارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے مگر ایک بات یاد رکھنا تم بھی اتنے سچے اور بہادر نہیں ہو جتنا تم دعویٰ کرتے رہے ہو۔ تم بھی عام سے مرد ہو جو صرف افیئر چلانا جانتا ہے اور شادی کے وقت اسے مجبوریاں یاد آنے لگتی ہیں۔ میرا کیا ہے، میں تو زندگی گزار لوں گی مگر تم کیا کرو گے خود کو اور مہرین کو دھوکا دے کر کیسے رہو گے اسود؟

میں واقعی اتنا سچا اور بہادر نہیں رہا اور ابھی تو مجھے خود کو اور کو بہت فریب دینے ہیں، لیکن میں نے تمہیں کوئی فریب نہیں دیا، پتا نہیں سب کچھ کیسے ہو رہا ہے۔ میرے اختیار میں کچھ باقی رہا ہی نہیں۔

وہ رو رہی تھی، میں اسے چپ نہیں کروا سکتا تھا۔ میں اسے چپ کروانا چاہتا بھی نہیں تھا۔

ٹھیک ہے اسود جو چاہتے ہو کر لو مگر تم یاد رکھنا کہ میں نے تم سے بہت محبت کی تھی۔ میں نے تمہیں اتنا چاہا ہے کہ کوئی اور تمہیں کبھی اتنا نہیں چاہے گا۔ مہرین بھی نہیں، تمہاری اولاد بھی

نہیں۔ تم نے مہرین کا انتخاب کیا ہے تو ٹھیک ہے مہرین ہی سہی۔ نہ تم اس پر اپنا ماضی ظاہر کر سکو گے نہ وہ۔ مگر وہ پھر بھی تمہارے اور میرے بارے میں جانتی ہے اور تم بھی اس کے بارے میں جانتے ہو پھر بھی تم دونوں ساتھ رہنا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ میری دعا ہے کہ تم دونو خوش رہو، بہت خوش رہو۔ حالانکہ تم نے کسی کو برباد کر دیا ہے۔

اس نے فون بند کر دیا تھا۔ میں بہت دیر تک ریسیور ہاتھ میں تھامے بیٹھا رہا جیسیا بھی اس کی آواز اس میں گونج اٹھے گی۔ جیسے ابھی وہ کہے گی کہ وہ خوش ہے، وہ ہنس رہی ہے۔ مگر میں جانتا تھا کہ اس وقت وہ شاید دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہو گی اور خوش تو اب شاید وہ ساری زندگی نہ ہو۔

مشعل کو واقعی میں نے برباد کر دیا تھا۔ اسے رونا نہیں آتا تھا اور اب میں نے مستقل طور پر اس کی آنکھوں میں آنسو سجا دیے تھے۔ وہ ہر لحاظ سے مکمل تھی اور میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ادھورا کر دیا تھا۔ پتا نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم جسے سب کچھ دے دینا چاہتے ہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں رہنے دیتے؟ اور میں اور مشعل اب ساری زندگی ایک دوسرے کو لوگوں کے چہروں میں تلاش کرتے پھریں گے۔ اور مہرین وہ کیسے ہم دونوں کے درمیان آ گئی تھی۔ ہم لوگوں نے تو کبھی اس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی۔ ہم دونوں نے تو ہمیشہ اس کا بھلا ہی چاہا تھا پھر بھی۔

☆

زندگی یک دم بدل گئی تھی۔ امی لاہور گئی تھیں اور پندرہ دن وہاں رہنے کے بعد جب وہ واپس آئی تھیں تو مہرین اور میں ایک دوسرے سے منسوب ہو چکے تھے۔ وہ بہت خوش تھیں۔ ان کی ساری اداسی، ساری پریشانی ختم ہو چکی تھی اور میں ان پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا کہ میں مطمئن ہوں۔ اپنی اداسی ظاہر کرنے کا فائدہ بھی کیا تھا؟ جب قربانی دے رہا تھا تو پھر دل سے دینا چاہتا تھا۔

وہ مجھے مہرین کے بارے میں بتاتی رہتی تھیں۔ وہ ایسی تھی، وہ یہ کہہ رہی تھی، میں نے اسے یوں کہا، میں اسے وہاں لے کر گئی۔ ایک بار بھی ان کی زبان پر مشعل کا نام نہیں آیا۔ حالانکہ میں پوچھنا چاہ رہا تھا کہ وہ کیسی تھی؟ منگنی کی تصویروں میں مہرین کے ساتھ بیٹھی وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اور مہرین کے چہرے پر مسکراہٹ کا نام ونشان نہیں تھا۔ اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔ اس نے مشعل کو مجھ سے چھین لیا تھا اور مشعل..... سو وہ اب دنیا کو دھوکا دینا سیکھ رہی تھی۔ اپنی مسکراہٹ سے وہ مجھے اور سب کو یہ دکھانا چاہتی تھی کہ وہ خوش ہے اسے کوئی دکھ نہیں ہے۔

میں ان تصویروں میں صرف مشعل کو دیکھتا رہا تھا۔ وہ سب سے منفرد، سب سے ممتاز نظر آتی تھی اور واقعی وہ ایسی تھی۔

اس دوپہر امی نے مجھے آفس فون کیا تھا مجھے ان کی آواز سے اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی گڑبڑ ہے مگر میرے اصرار پر بھی انہوں نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ معاملہ کیا ہے بس وہ مجھے یہی کہتی رہیں کہ میں آفس سے لاہور جانے کے لئے چھٹی لے کر گھر آ جاؤں پھر وہ مجھے سب کچھ بتا دیں گی۔

میں انتہائی پریشانی کے عالم میں گھر پہنچا۔ امی کا چہرہ دیکھ کر میں دھک سے رہ گیا تھا ان کی آنکھیں رو رو کر سوج چکی تھیں۔

مشعل کی طبیعت خراب ہے اسے ہاسپٹل لے کر گئے ہیں۔

انہوں نے میرا دل دہلا دیا تھا۔ مجھ میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ ان سے کچھ اور پوچھتا۔ میں فون اٹھا کر لاہور جانے کے لیے سیٹوں کی بکنگ کے انتظامات میں لگ گیا تھا۔ امی بس رو جا رہی تھیں اور چپ ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔ میں جانتا تھا یہ پچھتاوے کے آنسو تھے۔ انہیں بہنا ہی چاہیے تھا اس لیے میں نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔

فلائیٹ میں بیٹھے ہو بھی ہم دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی بس ایک خاموشی تھی جو ہر طرف چھائی ہوئی تھی۔ پتا نہیں امی کیا سوچ رہی تھیں مگر میں، میں تو صرف اس کے لیے دعائیں کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا اسے ہاسپٹل میں پہنچانے والا میں ہی تھا ورنہ مشعل کو کیا ہو سکتا تھا۔

لاہور ایئر پورٹ پر اتر کر امی کے آنسوؤں میں اور روانی آ گئی تھی۔ شاید وہ سوچتی ہوں

گی کہ وہ کس منہ سے مشعل کا سامنا کریں گی۔ آخر وہ بھی تو اس کی اس حالت کی ذمہ دار تھیں۔ نہ وہ ضد کرتیں نہ مہرین سے میری منگنی ہوتی اور نہ مشعل کی یہ حالت ہوتی۔

اس وقت شام کے چھ بجے تھے جب ہم لاہور پہنچے تھے۔ ایئر پورٹ سے ٹیکسی لے کر ہم مشعل کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ امی کی سسکیاں پہلے سے بڑھ گئی تھیں اور میں اب بھی خود پر قابو رکھے ہوئے تھا۔

آخر مرد تھا رو تو نہیں سکتا تھا ہاں مگر جوں جوں ٹیکسی اس کے گھر کی طرف بڑھ رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں اور پھر ایک موڑ کاٹتے ہی اس کا گھر سامنے آ گیا تھا۔ اور میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا اس کے گھر کے سامنے سڑک پر گاڑیوں کی لمبی قطار نظر آ رہی تھی اور جا بجا لوگ بھی تھے۔ ایک دم میرے ساتھ بیٹھی ہوئی امی ہچکیاں لے کر بلند آواز میں رونے لگی تھیں۔

میں نے وحشت بھری نظروں سے انہیں دیکھا تھا وہ یقیناً مجھ سے بہت کچھ چھپائے ہو تھیں اور وہ کیا چھپا ہو تھیں اب میں جاننا نہیں چاہتا تھا۔ ٹیکسی اس کے گھر کے کھلے دروازے کے سامنے رکی تھی۔ ایک معمول کی طرح میں نے نیچے اتر کر ڈرائیور کو کرایہ دیا۔ امی اب بلند آواز میں رو رہی تھیں۔ میں نے انہیں چپ کروانے کی کوشش نہیں کی۔ میں کیوں انہیں چپ کرواتا۔ گھر کے اندر سے رونے کی مدھم آوازیں گیٹ تک آ رہی تھیں۔

اکبر ماموں مجھے گیٹ پر ہی مل گئے تھے۔ امی ان سے لپٹ گئی تھیں اور وہ دھاڑیں مار کر رونے لگے تھے۔ میں وہاں نہیں رکا لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اندرونی دروازے تک آ گیا۔ پتا نہیں وہاں کون کون تھا۔ میں دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔ رونے کی آوازیں ہال سے آ رہی تھیں مگر پورا گھر آہوں اور سسکیوں سے گونج رہا تھا۔ میں میکانکی انداز میں چلتا ہوا ہال میں آ گیا۔ کافور، لوبان اور گلاب کی ملی جلی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی تھی اور میں نے اسے دیکھ لیا تھا۔

ہال کے وسط میں سفید کفن میں چھپا ہوا جسم اس کا تھا۔ اس کے جسم کے اوپر بیشمار گلاب کے پھول رکھے ہو تھے۔ میں آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر سکا۔ وہیں ہال کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی امی وہاں نہیں تھیں اور جو وہاں تھے وہ بھی شاید وہاں نہیں تھے۔ میں بھی وہاں نہیں تھا، اور میں کہاں تھا؟ یہ میں نہیں جانتا تھا۔

کچھ عورتیں اس کے سرہانے بلند آواز میں سورہ یسین کی تلاوت کر رہی تھیں۔ نانی امی سر کو ہاتھوں میں پکڑے بلند آواز میں رو رہی تھی۔ اس کے ننھیال سے بھی سب لوگ وہاں آئے ہوئے تھے اور اس کی نانی بار بار غش کھا رہی تھیں۔ اس کی خالہ اس کے پاس بیٹھی ہوئی بار بار اس کا منہ چومتی تھیں اور پھر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع ہو جاتیں۔ جو نہیں رو رہے تھے وہ سکتے کے عالم میں تھے۔ میری طرح، جیسے انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا۔

وہاں ایک کونے میں وہ بھی تھی۔ اس کی انکھوں میں آنسو تھے نہ چہرے پر کوئی پریشانی یا پچھتاوا۔ وہ بس ایک پارہ پڑھ رہی تھی۔ جو لوگ مکمل ہوتے ہیں وہ مر جاتے ہیں اور جن لوگوں

کی ذات نامکمل اور خامیوں کا مجموعہ ہوتی ہے وہ زندہ رہ جاتے ہیں، جیسے مہرین۔ میرا دل چاہا تھا میں دھکے دے کر اسے وہاں سے نکال دوں۔ آخر وہاں اس کا کیا کام تھا؟ وہ تماشائی بن کر مشعل کو زندگی ہارتے دیکھنے آئی تھی۔ اور ساری زندگی وہ تماشا ہی تو دیکھتی رہی تھی۔

یک دم میرا سانس گھٹنے لگا تھا۔ آخر میں بھی وہاں کیا لینے آیا تھا؟ مجھے لگا ابھی وہ آنکھیں کھولے گی اور مجھ سے کہے گی کہ اب میں کیا چاہتا ہوں میں اس کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا؟ میں گھر سے باہر نکل آیا تھا اس کا بڑا بھائی اشعر مجھے دیکھ کر میری طرف آ گیا اور میرے گلے لگ کر رونے لگا۔ میں اسے کوئی دلاسا نہیں دے سکا۔ میں کیا کہتا یہ سب میری وجہ سے ہی تو ہوا تھا۔

ایک مشین کی طرح میں اس شام لوگوں سے ملتا رہا۔ رات کے آٹھ بجے ہم اس کا جنازہ لے کر قبرستان آ گئے تھے اسے ہمیشہ کے لیے وہاں چھوڑنے۔ اس کے جنازے کو کندھا دیتے ہو میں کچھ بھی نہیں سوچ رہا تھا، میں اس قابل کہاں تھا؟ لیکن اسے قبر میں دفن ہوتے دیکھ کر میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں اسے لے کر کہیں بھاگ جاؤں۔ وہ اکیلی کیسے رہ سکتی تھی۔ وہ یہاں کیوں آ گئی تھی؟ پھر اس کی قبر پر سب نے مٹی ڈالی تھی۔ میں بھی مٹی ڈالنے والوں میں شامل تھا۔ تو مشعل نام کی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی مسکراہٹ، اس کے قہقہے، اس کی جگمگاتی آنکھیں، اس کی خوبصورت آواز اب کبھی کسی کو نظر نہیں آ گی اور میں..... میری نظر سے یہ سب کبھی اوجھل نہیں ہوگا۔

کتنا عذاب ہوتا ہے کسی کا کبھی نظر نہ آنا اور کتنا عذاب ہوتا ہے کسی کا ہر وقت نظر آتے رہنا۔ ہم سب اسے وہاں چھوڑ کر واپس آ گئے تھے اور میں نے تو اسے پہلے ہی چھوڑ دیا تھا۔ شاید تب بھی اس نے زندہ ہوتے ہوئے بھی خود کو قبر میں دفن ہوتا ہوا محسوس کیا ہوگا۔ ممانی مسلسل غشی کے عالم میں تھیں۔ انہیں ہوش ہی نہیں آ رہا تھا اور جو ہوش میں تھے وہ بھی ہوش میں کہاں تھے۔

پتا نہیں تعزیت کے لیے کون کون آیا تھا؟ اس کی پوری یونیورسٹی جیسے وہاں آ گئی تھی۔ وہ جو یونیورسٹی کی جان تھی اب سب کو ہی اس کے بغیر رہنا پڑے گا۔ مہرین یونیورسٹی سے آنے والے اسٹوڈنٹس اور ٹیچرز سے ملتی رہی، اور میں سوچتا رہا تھا کہ اس کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا دور ہونے پر وہ کتنی مسرور ہوگی۔ اب کوئی یہ نہیں کہے گا کہ مشعل نے یہ کیا ہے یا مشعل ایسا ہے اب وہ ہمیشہ اس کے نام کے ساتھ ماضی کا صیغہ استعمال کریں گے۔ اور وہ جسے اس کی شہرت اور کامیابی سے نفرت تھی اب اس کی فکر ختم ہو جائے گی۔ دیر سے سہی پر خدا نے اس کی سن لی تھی۔

تمام رات گھر کا کوئی فرد سو نہیں پایا اور صبح، صبح میں اس وقت سکتے میں رہ گیا تھا جب اکبر ماموں نے میرے پاس بیٹھ کر کہا تھا۔

پتا نہیں اس نے ایسا کیوں کیا؟ اسے کیا چاہیئے تھا جو اس نے خودکشی کر لی؟

مجھے لگا تھا جیسے میرے پاس کوئی بم پھٹا تھا اور میرے پرخچے اڑ گئے تھے۔

وہ مجھے کہتی اگر اسے کچھ چاہیئے تھا مگر اس طرح بغیر کچھ کہے، کچھ بتائے۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اب میں کیا کروں گا؟ میرا تو گھر ویران ہو گیا۔ وہ بات کرتے کرتے رونے لگے تھے۔ اور مجھے لگا تھا کسی نے میرے گلے میں وزنی زنجیروں کا ایک ایسا گچھا ڈال دیا تھا جو اب مجھے کبھی سر اٹھانے نہیں دے گا۔

ماموں کچھ دیر بعد مجھے اس کی موت کی تفصیلات بتانے لگے تھے۔ وہ لوگ اس رات کسی دعوت میں گئے ہوتے تھے۔ گھر میں صرف نانی امی، مہرین، مشعل اور ملازم تھے۔ رات دیر گئے جب وہ لوگ گھر واپس آئے تو مشعل کا کمرہ بند تھا۔ ممانی ایک بار اس کے کمرے کی طرف گئی تھیں مگر اس کا کمرہ بند تھا اور لائیٹ بھی آف تھی۔ انہوں نے سوچا وہ سو چکی ہو گی۔ اس لیے انہوں نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا اور واپس چلی گئیں مگر صبح جب وہ اسے اٹھانے آئیں اور بار بار دروازہ بجانے کے باوجود بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ پریشان ہو گئی تھیں۔ انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں اور ماموں کو بلوایا تھا۔ وہ چاروں مل کر دروازہ پیٹتے رہے مگر تب بھی اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔

شور کی آوازوں پر باقی ماموں بھی جمع ہو گئے تھے۔ پھر اشعر نے دروازے کا لاک توڑ دیا تھا اور جب وہ اندر داخل ہو تو وہ غنودگی کے عالم میں پڑی ہوئی بمشکل سانس لے رہی تھی۔ وہ سب اسے لے کر ہاسپٹل گئے تھے مگر وہ وہاں پہنچنے سے پہلے ہی مر چکی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے دیکھتے ہی اس کی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ ماموں نے اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کر کے ڈیتھ سرٹیفکیٹ پر اس کی موت کا سبب ہارٹ اٹیک لکھوا دیا اور پولیس کیس نہیں بننے دیا۔

سب لوگوں کو بھی یہی بتایا گیا تھا۔ صرف گھر کے لوگوں کو اس کی موت کی اصل وجہ کا علم تھا اور شاید یہ چیز ہی ان کے لیے زیادہ تکلیف دہ تھی کہ اس نے اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی تھی۔

سوئم تک ممانی کی حالت پہلے سے بہتر ہو چکی تھی اور سب لوگوں نے اس کی موت کو ذہنی طور پر قبول کرنا شروع کر دیا تھا مگر شاید ابھی بہت کچھ باقی تھا۔ گھر کی ملازمہ نے مشعل کو گھر والوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد مہرین کے کمرے میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ دیر تک وہاں رہی تھی اور اس دوران کمرے سے ان دونوں کے جھگڑنے کی آوازیں آتی رہی تھیں۔ ملازمہ نے کمرے کے پاس جا کر باتیں سننے کی کوشش نہیں کی مگر اس نے ماموں کو کہا تھا کہ مشعل جب زور زور سے بول رہی تھی تو مہرین بی بی بہت ہنس رہی تھیں اور ان کے ہنسنے پر مشعل بی بی کو اور غصہ آیا تھا۔ وہ اور زیادہ بلند آواز سے بولنے لگی تھیں۔ پھر کافی دیر کے بعد جب وہ کمرے سے نکلیں تو ان کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ ابھی رونے لگیں گی۔ اپنے کمرے میں جانے کے کچھ دیر بعد وہ نیچے آئی تھیں اور انہوں نے چوکیدار کو کچھ خط گھر کے پاس لگے لیٹر باکس میں ڈالنے کے لیے دیے تھے اور پھر وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں کہ کوئی انہیں ڈسٹرب نہ کرے وہ سونے جا رہی ہیں۔

ماموں نے اسی وقت مہرین کو بلوایا تھا۔ اور اس سے پوچھا تھا کہ مشعل کی موت والی

رات ان دونوں کے درمیان کس بات پر جھگڑا ہوا تھا۔ پہلے تو اس نے سرے سے اس بات سے انکار کیا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا مگر جب ماموں نے ملازمہ کو ساری باتیں بتانے کو کہا تو وہ بیحد پریشان ہوگئی تھی وہ کچھ بھی نہیں بتا سکی تھی۔

سب لوگ یک دم اس کے خلاف ہوگئے تھے۔ وہ سب اسے اصل بات بتانے پر مجبور کررہے تھے مگر وہ کچھ بھی نہیں بتا رہی تھی۔ وہ صرف یہ کہہ رہی تھی کہ مشعل اس سے ناراض تھی مگر کیوں ناراض تھی یہ اس نے نہیں بتایا۔ میں جانتا تھا کہ مشعل اس سے کیوں ناراض تھی مگر مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اس بات پر اپنے غصے کا اظہار کرنے کے لیے منگنی کے ایک ہفتے کے بعد اس سے لڑنے گئی ہوگی۔ بات یقیناً کچھ اور ہوگی اور بات کیا تھی وہ یہ نہیں بتا رہی تھی۔

اشعر نے چوکیدار سے ان خطوں کے بارے میں پوچھا تھا مگر وہ بھی ان کے پتے کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکا۔ لیٹر باکس میں خط بھی نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ انہیں پوسٹ کیے تیسرا دن ہوچکا تھا۔ اشعر نے اس کے کمرے کی تلاشی لی تھی مگر وہاں سے صرف اس کی جلی ہوئی ڈائری برآمد ہوئی تھی اور میں جانتا تھا کہ اس نے اپنی ڈائری کیوں جلائی ہوگی صرف مجھے بچانے کے لیے تاکہ کوئی مجھے اس کی موت کا ذمہ دار نہ ٹھہرا سکے۔

کسی کو یہ علم نہ ہوسکے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی۔

اگر وہ مہرین سے ناراض ہوتی تو وہ کبھی بھی یہ منگنی نہ ہونے دیتی۔ وہ اپنے باپ سے میرے لیے پسندیدگی کا اظہار کرتی تو اکبر ماموں میری امی کو مجبور کرسکتے تھے کہ وہ مہرین کو بہو نہ بنائیں اور اس کی جگہ مشعل سے میری شادی کریں مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ یقیناً مہرین جھوٹ بول رہی تھی۔ سب کے اصرار کے باوجود اس نے بتانے سے انکار کردیا تھا اور اشعر، وہ اس قدر طیش میں آگیا تھا کہ وہ اسے شوٹ کردینا چاہتا تھا۔ سب نے اسے پکڑ لیا اور میرا دل چاہا تھا کہ کوئی اسے نہ پکڑتا، وہ اسے شوٹ کرنے دیتے۔ مہرین مرجاتی تو کیا فرق پڑتا؟

اگر دنیا کو مشعل کے مرنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا تو مہرین کے نہ ہونے سے کیا ہوجاتا؟

اگر تم نہیں بتاؤ گی کہ تم نے مشعل سے کیا کہا تھا تو میں تمہیں پولیس کے حوالے کردوں گا۔

اشعر نے دھمکی دی تھی لیکن وہ اسی طرح چپ رہی تھی اور پھر اچانک اشعر نے تیزی سے جا کر اس کا گلا پکڑ لیا تھا۔ وہ اس کا گلا دبا رہا تھا سب اسے چھڑانے کے لیے بھاگے تھے مگر میں نہیں اٹھا تھا میں اسے کیوں بچاتا، کیا اس نے مشعل کو بچایا تھا؟ ماموں اشعر کو کھینچ کر باہر لے گئے تھے مگر وہ اسے گالیاں دے رہا تھا۔ وہ بار بار کہتا جا رہا تھا۔

میں اس کتیا کو زندہ نہیں چھوڑوں گا، یہ ناگن ہے، ساری عمر یہ ہمارا کھاتی رہی اور اس نے میری بہن ہی کو ڈس لیا، میں اسے ماردوں گا۔

میں کمرے سے باہر نکل گیا اور اس رات میں نے امی سے کہا تھا۔

میں مہرین سے شادی نہیں کروں گا، کبھی نہیں۔

انہوں نے اس کی صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

اسود اس بیچاری کا کیا قصور ہے، سب اس کے دشمن ہو رہے ہیں، اگر تم بھی۔۔۔

میں نے ان کی بات کاٹ دی۔

مشعل کا کیا قصور تھا۔ اسے کس بات کی سزا ملی ہے۔ اس نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا پھر بھی وہ مرگئی اور یہ تو زندہ ہے۔ اسے کیا فرق پڑا ہے لوگوں کے دشمن ہونے سے۔ میں اس سے شادی نہیں کروں گا۔ یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں۔

میں ان سے یہ کہنے کے بعد سید ہا مہرین کے پاس گیا تھا۔ اس کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ میں دستک دیے بغیر اندر داخل ہو گیا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی۔

میں تم سے یہ پوچھنے نہیں آیا ہوں کہ تم نے اسے کیسے مارا میں صرف وہ انگوٹھی لینے آیا ہوں جو تمہارے ہاتھ میں ہے، اور یہ بتانے آیا ہوں کہ اب تمہارے اور میرے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے۔ تم کسی اور کو ڈھونڈ لو جو تمہارے اس بھیانک چہرے اور کردار کو برداشت کر سکے۔ لوگ ٹھیک کہتے ہیں باہر سے خوبصورت وہی ہوتے ہیں جو اندر سے خوبصورت ہوں اور جو اندر سے خوبصورت نہ ہوں خدا انہیں ظاہری خوبصورتی بھی نہیں دیتا جیسے تم۔

ایک لمحہ کے لیے اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا مگر پھر اس نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر میری طرف بڑھا دی، ایک جھٹکے سے اس سے انگوٹھی لے کر میں باہر نکل آیا تھا۔ یہ وہی کمرہ تھا جس میں اس نے مشعل کو مرنے پر مجبور کیا تھا جہاں اس نے مشعل کو کچھ ایسا کہا تھا کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

اگلی صبح میں واپس کراچی لوٹ آیا تھا۔ وہاں رہ کر اب کرنا بھی کیا، وہاں بچا ہی کیا تھا؟ امی ابھی ماموں کے گھر پر ہی تھیں۔ انہیں مشعل کے دسویں کے بعد آنا تھا۔ اس شہر سے واپس آ کر آزادی کا احساس ہوا تھا۔ ورنہ مجھے لگتا تھا جیسے ہر وقت کوئی چیز مجھے گھیرے رکھتی ہے۔ جیسے ہر وقت کوئی مجھ پر ہنستا رہتا ہے، اور یہاں آ کر مجھے لگا تھا جیسے اب میں سانس لے سکتا ہوں۔

واپس آنے کے اگلے دن بعد میں نے آفس جوائن کر لیا تھا۔ پورا دن آفس گزارنے کے بعد میں شام کو واپس آیا تھا۔

اسٹڈی میں آنے کے بعد میں اسٹڈی ٹیبل پر رکھی ہوئی گزشتہ دنوں کی ڈاک دیکھ رہا تھا۔ ایک لفافے پر نظر پڑتے ہی میرا سانس رک گیا تھا۔ میں اس تحریر کو لاکھوں میں پہچان سکتا تھا وہ مشعل کے ہاتھ سے لکھا ہوا پتا تھا میں نے بیتابی سے لفافہ کھولا ایک رقعہ نکل کر ٹیبل پر گر پڑا میں نے اسے اٹھایا اس کی آخری تحریر میرے سامنے تھی:

اسود علی

میں جو ہمیشہ تمہارے لیے دعائیں کرتی رہی ہوں، آج پہلی بار تمہیں کوئی دعا نہیں دوں گی نہ یہ کہوں گی کہ تم ہمیشہ سلامت رہو اور نہ یہ کہ تم خوش بھی رہو اور لمبے عرصے تک جیو بھی۔

میں تو صرف یہ سوچ رہی ہوں کہ میں نے تم پر اعتبار کیا کیسے؟ میں تو کبھی کسی سے دھوکا نہیں کھاتی تھی، مجھے تو بہت فخر تھا کہ مجھے لوگوں کی پہچان ہے، میں چہرے سے انہیں جان لینے کا دعوی کرتی تھی۔ پر مجھے پتا ہی نہیں چلا میں نے کب تمہارے جیسا سانپ اپنی آستین میں پال لیا۔

مانتی ہوں زندگی میں پہلی بار اعتراف کر رہی ہوں کہ میں بیوقوف ہوں بلکہ پاگل ہوں اور یہ جو سچائی اور اچھائی کے پھندے میں نے اپنے گلے میں ڈال رکھے تھے نا اب یہ ہی مجھے مار ڈالیں گے۔ میری سچائی کہاں میرے کام آئی ہے اور میری اچھائیوں نے کب مجھے نقصان سے بچایا ہے۔ میں نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا، میں نے تو کبھی کسی کو فریب نہیں دیا پھر میری زندگی میں تم کیوں آ گئے آخر تمہیں میں نے کیا تکلیف پہنچائی تھی؟

آج مہرین نے مجھے بتایا تھا کہ تم شروع سے ہی اس سے محبت کرتے تھے۔ میرے ساتھ صرف اسے خوش کرنے کے لیے افیئر چلا رہے تھے۔ اس نے مجھے تمہارے ہاتھ سے لکھے گئے خطوط دکھاتے جن میں تم نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ تم نے لکھا تھا کہ مجھے تماشا بنا کر تمہیں اس لیے خوشی ہو رہی ہے کیونکہ تم نیمہرین کو خوش کر دیا ہے۔ ہاں واقعی تم نیجھے تماشا بنا دیا ہے مگر تم خود بھی ایک دن تماشا بن جاؤ گے کیونکہ جس مہرین کے لیے تم نے میرے ساتھ یہ فراڈ کیا وہ بھی تم سے فراڈ کر رہی ہے اس نے منگنی تمہارے ساتھ ضرور کی ہے مگر شادی وہ تمہارے ساتھ نہیں کرے گی۔ وہ شادی اسفند سے کرے گی جس سے وہ محبت کرتی ہے اور پھر تم بھی میری طرح خالی ہاتھ رہ جاؤ گے۔

اسود تم دونوں نے میرے ساتھ یہ سب کیوں کیا؟ آخر کیوں؟ میں نے تو کبھی تم دونوں کا برا نہیں چاہا کبھی تم دونوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ تم جانتے ہو میں مہرین سے کتنی محبت کرتی تھی۔ میں نے اسے ہر نقصان، ہر مصیبت سے بچانے کی کوشش کی تھی مگر اس نے مجھے ہی اپنی ضد اور حسد کی بھٹی میں جھونک دیا۔

کیا میرا گناہ یہ تھا کہ میں خوبصورت ہوں اور وہ معمولی صورت کی مالک ہے۔ جو خوبصورت ہوتے ہیں کیا انہیں میری طرح صلیب پر چڑھا دیا جاتا ہے؟ کیا اچھے لوگوں کے مقدر میں صرف دھوکا کھانا ہوتا ہے۔ شاید ایسا ہی ہوتا ہے۔

تم دونوں ساری زندگی خوش رہو گے۔ مہرین کسی اور سے شادی کرے گی تب بھی خوش رہے گی تم سے شادی کرے گی تب بھی اسے سب کچھ مل جا گا۔ شوہر کی محبت، عزت، دولت، اولاد، سکون، خوشیاں چاہے وہ اس کی مستحق ہو یا نہ ہو پر کاش اسے یہ سب کچھ نہ مل پا، تم سے شادی کر کے بھی وہ ہر چیز سے محروم رہے جیسے آج میں محروم ہوں لیکن اللہ کیا میری اس آخری خواہش کو پورا کرے گا؟

ہاں آخری خواہش کو کیونکہ میں اب تم دونوں کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہی ہوں اور میں تو کسی کے سامنے بھی اب نظر نہیں اٹھا پاؤں گی۔ وہ ہر ایک کو بتا دے گی کہ اس نے کس طرح مجھے بیوقوف بنایا ہے اور لوگ مجھ پر ہنسیں گے پورے خاندان والے

میرا مذاق اڑائیں گے پھر میں کیا کروں گی؟

میرے لیے یہی بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔ مشعل کو اب مر ہی جانا چاہیے اور تم اسود علی تم وہ تھے جسے میں نے چاہا تھا اور تم نے میرے ساتھ کیا کیا؟

میرے ہاتھ سے کاغذ چھوٹ گیا تھا۔ میں کرسی سے گر پڑا، سو وہ اس لیے مر گئی کہ اسے لگا کہ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور یہ بات اسے مہرین نے کہی تھی۔ تو مشعل کی زندگی کی اس آخری رات کو اسے یہ کہا گیا تھا۔ میں سر کو ہاتھوں میں تھامے وہاں بیٹھا رہا۔

میری زندگی میں مہرین کتنی بار شب خون مارے گی، آخر کتنی بار، اسے یہ جھوٹ بول کر کیا ملا؟ کیوں اس نے مشعل کو مرنے پر مجبور کر دیا؟ میرا دماغ سوالوں سے پھٹ رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں مہرین کو ایسے دہکتے ہوئے الاؤ میں پھینک دوں جہاں وہ جلتی رہے، اتنی دیر تک جلتی رہے جب تک اسے اپنی زندگی کے سارے گناہ یاد نہ آ جائیں۔

اس نے پتا نہیں اپنی کس کس محرومی کا بدلہ لیا تھا۔ مگر کیا اس کی محرومیوں کی ذمہ دار مشعل تھی یا کیا میں اس کا ذمہ دار تھا؟ اگر میری زندگی میں مشعل کو نہیں آنا تھا تو اب مہرین کی زندگی میں بھی کوئی اسفند نہیں آئے گا۔ اگر مشعل زندگی کی ہر چیز سے محروم ہو گئی تھی تو وہ بھی ہو جائے گی مشعل تو ایک بار مری تھی مگر مہرین بار بار مرے گی۔

میں نے امی کو لاہور فون کیا تھا اور انہیں کہا تھا کہ میں منگنی برقرار رکھنا چاہتا ہوں وہ میرے فیصلے پر حیران رہ گئی تھیں۔ ابھی کل ہی تو میں انہیں منگنی کی انگوٹھی دے کر آیا تھا اور آج میں انہیں کہہ رہا تھا کہ میں اس سے منگنی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کچھ بول نہیں پائی تھیں۔ میں نے انہیں اس کا موقع ہی نہیں دیا تھا۔ میں نے فون بند کر دیا تھا۔ پھر میں نے انہیں فون نہیں کیا۔

مشعل کے دسویں کے بعد وہ کراچی آ گئی تھیں۔ میں دسویں پر نہیں گیا۔ میں اب وہاں صرف ایک بار جانا چاہتا تھا، صرف ایک بار۔

امی نے ابھی مہرین سے منگنی کی بات نہیں کی تھی۔ وہ یہ بات مشعل کے چہلم کے بعد کرنا چاہتی تھیں۔ میں نے کوئی اصرار نہیں کیا تھا جلدی مجھے بھی نہیں تھی۔ مشعل کے چہلم پر امی لاہور گئی تھیں اور چند دن وہ وہیں رہیں پھر انہوں نے مجھے وہاں سے فون کر کے کہا تھا کہ

مہرین اب منگنی پر رضامند نہیں ہو رہی۔

ایک آگ تھی جو میرے اندر بھڑک رہی تھی میں نے انہیں کہا تھا۔

وہ رضامند ہو رہی ہے یا نہیں اب مجھے اس سے شادی کرنا ہے ہر قیمت پر چاہے مجھے اس کے لیے کچھ بھی کرنا پڑے اور اگر مجھ سے اسکی شادی نہیں ہوئی تو پھر کہیں بھی نہیں ہو گی۔

تم کیسی باتیں کر رہے ہو اسود تم اس سے کون سا بدلہ لینا چاہتے ہو؟

میں کوئی بدلہ لینا نہیں چاہتا مجھے صرف اس سے شادی کرنا ہے اور اگر یہ شادی نہ ہوئی تو میں بھی مشعل کی طرح خود کو شوٹ کر لوں گا مگر اس کو بچنے نہیں دوں گا میں یہ لکھ کر رکھ جاؤں گا کہ میری موت کی ذمہ دار وہ ہے پھر میں دیکھ لوں گا وہ خود کو کیسے بچا گی؟

میں نے فون کا ریسیور پٹخ دیا تھا۔

میں نہیں جانتا کہ امی نے اسے کیا کہا تھا، کیا واسطہ دیا تھا، کون سی دھمکی کا استعمال کیا تھا؟
مگر جب وہ واپس آئی تھیں تو رضامندی کی خبر لائی تھیں۔

مشعل کے گھر والے اس خبر سے برہم تھے اور انہوں نے ہم سے قطع تعلق کر لیا تھا مہرین اپنی امی کے پاس چلی گئی تھی اور پورے تین ماہ بعد میں اسے بہت سادگی سے بیاہ لایا تھا۔ میں نے امی کی ساری التجائیں رد کر دی تھیں۔ وہ اس کی شادی بہت دھوم دھام سے کرنا چاہتی تھیں مگر مجھے کسی دھوم دھام کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ سب خوشی کے اہتمام ہوتے ہیں اور میں خوش نہیں تھا۔

شادی کی رات اپنے کمرے میں جانے سے پہلے امی نے مجھے کہا تھا۔

مہرین بیقصور ہے اسود، اس کی کوئی غلطی نہیں ہے، اس نے کچھ نہیں کیا۔ تم اس پر کوئی زیادتی مت کرنا، جو ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ، اب وہ تمہاری بیوی ہے۔ اس کی عزت اور محبت کرنا تمہارا فرض ہے۔ میں نے اسے رضامند کرنے کے لیے اسے بہت وعدے دیے تھے۔ اب میری زبان کا پاس رکھنا۔

مجھ پر ان کی کسی التجا کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ میری بیوی ہے اور مجھے دیکھنا ہے کہ وہ کتنی اچھی بیوی ہے۔ بے قصور تو کوئی اور بھی تھا پھر بھی کیا ہوا؟

اسود۔ امی نے میرا بازو پکڑ کر پتا نہیں مجھے کیا یاد دلانے کی کوشش کی تھی۔

آپ فکر نہ کریں امی وہ زندہ رہے گی، اسے کچھ نہیں ہوگا میں اسے قتل کرنے کی حماقت نہیں کروں گا۔ میں نے ان کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے ہوا انہیں تسلی دی تھی۔ پھر میں کمرے میں آ گیا تھا۔

وہ سر جھکا عروسی لباس میں اس جگہ بیٹھی ہوئی تھی جہاں میں مشعل کو دیکھنا چاہتا تھا اور مشعل اس وقت قبر میں تھی۔ میرا خون کھول رہا تھا اور میرا دل چاہ رہا تھا کہ میں اس کے گھر میں پھندہ ڈال کر اسے چھت سے لٹکا دوں تب تک جب تک اس کا سانس بند نہ ہو جا مگر مجھے کچھ اور کرنا تھا۔

یہ وہ کمرہ ہے جہاں آنے کی خواہش شاید تم نے کبھی نہ کی ہو پر جسے یہاں آنے کی خواہش تھی تم نے اسے قبر میں پہنچا دیا۔

میں نے اس کے سر سے دوپٹہ اتار کر دور پھینک دیا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔

میری جگہ تم شاید اسفند کو دیکھنا چاہ رہی تھیں یا شاید کسی اور کو، کچھ پتا نہیں ہوتا تم جیسی لڑکیوں کا، کب کس پر فدا ہو جائیں۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔

اس خط کو پڑھو یہ اس نے مجھے اس رات کو لکھا تھا جب تم نے اسے یہ کہا تھا کہ میں نے اسے فریب دیا۔ اس کے ساتھ دھوکا کیا۔

میں نے اس خط کو جیب سے نکال کر اس کے چہرے کے سامنے کر دیا۔ اس نے نظر اٹھا

کر مجھے دیکھا اور پھر خط کو دیکھنے لگی۔اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔

میں نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے کہا تھا۔

کتنا جھوٹ بولو گی آخر کتنا جھوٹ بولو گی؟ کیا تمہیں خود سے گھن نہیں آتی؟ کوئی ایک خوبی بھی نہیں ہے تم میں بلکہ خامیوں کا مرقع ہو۔صرف چہرہ بدصورت نہیں ہے، تمہارا دل اس سے بھی زیادہ گھناؤنا ہے۔دماغ اس سے بھی زیادہ مکروہ ہے اور زبان اس سے بھی زیادہ گھٹیا ہے اور تمہارا ہر جھوٹ تمہارے چہرے کی بدصورتی میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔کبھی زندگی میں سچ بولا ہے تم نے جیسے مشعل بولتی تھی؟ لیکن سچ نے اگر مشعل کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا تو اب جھوٹ بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

میں تمہارے اس بھیانک چہرے کو لوگوں کے سامنے ظاہر کروں گا، انہیں تمہاری اصلیت بتاؤں گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ لوگ تم پر تھوکیں گے بالکل اسی طرح۔

میں نے اس کے چہرے پر تھوک دیا اس نے آنکھیں بند کر لیں اور آنکھیں بند کیے ہوئے ہاتھ سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ میں بیڈ سے کھڑا ہو گیا۔

اسود اس کی موت میں میرا کوئی ہاتھ نہیں ہے، اس رات میں نے اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

وہ اب میری طرف نہیں دیکھ رہی تھی بلکہ اپنے ہاتھوں کی پشت پر نظریں جما ہو تھی۔

آج آخری بار تم نے میرا نام لیا ہے۔آئندہ تم اپنی گندی زبان سے میرا نام نہیں لو گی۔

جو بات مشعل نے کہی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتی، کبھی نہیں اور تمہاری تو پوری ذات ہی جھوٹ سے بنی ہے۔تمہارا باپ بھی یونہی جھوٹ بولتا تھا، اپنا نشہ پورا کرنے کے لیے وہ کس طرح گھر گھر جا کر کہانیاں گھڑ کر سناتا تھا۔یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں اور تم بھی اس کی اولاد ہو۔یاد ہے ناں اس کی لاش ایک گندی نالی میں پڑی پائی گئی تھی اور تم بھی ایک دن اسی طرح کسی سڑک کے کنارے پائی جاؤ گی۔تمہارے باپ کو تو نشہ نے مارا تھا مگر تمہیں تمہارا جھوٹ مارے گا۔

اس زیور اور لباس کو اتار دو۔آج کے بعد تم کبھی کوئی زیور نہیں پہنو گی، کبھی کوئی اچھا لباس نہیں پہنو گی۔تمہارے جسم پر وہ لباس ہونا چاہیے جو تمہیں تمہاری اوقات یاد دلاتا رہے۔اپنی ماں کو بتا دینا کہ اب نہ وہ تم سے ملے نہ تم اس سے ملنے جاؤ گی۔تمہیں میرے گھر سے صرف اتنا رزق ملے گا جس سے تم زندہ رہ سکو اور تمہارا جسم ڈھکا رہے اور کسی چیز پر تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔

وہ میرے خاموش ہونے پر بیڈ سے اٹھ گئی تھی۔کمرے کے ایک کونے میں جا کر اس نے کارپٹ پر پڑا ہوا دوپٹہ اٹھایا اور ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

میں نے فریج میں سے پانی کا گلاس لے کر پیا مگر میرے غصے کی آگ ابھی بھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔

وہ کچھ دیر بعد ایک سادہ سوٹ میں ملبوس ڈریسنگ سے باہر آئی تھی۔بہت خاموشی سے

بیڈ کے دوسری طرف جا کر تکیہ لیے بغیر کارپٹ پر لیٹ گئی تھی۔ میں نے لائیٹ آف کر دی بستر پر لیٹ کر میں اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر میں آنکھیں بند کر کے سو گیا۔ اگلی صبح پانچ بجے الارم کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے کمرے کی لائیٹ جلا دی۔ وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

چھ بجے کی فلائیٹ سے تم میرے ساتھ کراچی جا رہی ہو۔ میں اسے اطلاع دے کر واش روم میں چلا گیا۔ بیس منٹ میں نہانے کے بعد میں کپڑے پہن کر تیار ہو چکا تھا۔ ڈرائنگ روم میں آکر میں نے ایک بیگ میں اپنی چیزیں رکھیں اور کمرے میں آ گیا وہ اسی طرح کارپٹ پر بیٹھی تھی۔

صرف منہ دھوؤ اور اپنا بیگ لے کر باہر آ جاؤ۔ میں اسے ہدایات دے کر باہر آ گیا۔ ملازم کو اٹھا کر میں نے اپنے جانے کی اطلاع دی تھی اور اسے کہا تھا کہ وہ ہمیں گاڑی پر ایئر پورٹ چھوڑ آ۔

وہ بیحد حیران تھا مگر اس نے کچھ پوچھنے کی ہمت نہیں کی۔ وہ میرا بیگ گاڑی میں رکھ رہا تھا جب وہ باہر آئی تھی۔ ملازم نے اس کا بیگ پکڑنا چاہا مگر میں نے اسے روک دیا۔

یہ خود رکھ لے گی۔ مہرین نے گاڑی میں اپنا بیگ رکھ دیا۔ پھر ملازم ہمیں ایئر پورٹ چھوڑ آیا تھا۔

کراچی پہنچنے کے بعد میں اسے گھر چھوڑنے کے بعد سیدھا آفس چلا آیا تھا۔ شام کو جب میں گھر واپس پہنچا تو امی کا فون آیا تھا۔ وہ صبح سے بار بار فون کر رہی تھیں مگر آفس میں، میں نے اپنے پی اے کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ لاہور کی کوئی بھی کال میرے فون سے کنیکٹ نہ کرے۔

یہ کیا حرکت کی ہے تم نے کسی کے سامنے مجھے نظر اٹھانے کے قابل نہیں رکھا۔ اس طرح اسے لے کر کراچی چلے گئے ہو، تمہیں شرم نہیں آئی کہ میں اس کی ماں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟

اس میں شرمندگی والی کوئی بات نہیں ہے میں اپنی بیوی کو لے کر یہاں آیا ہوں۔ ویسے بھی ولیمہ کی کوئی دعوت میں نے ارینج نہیں کی تھی اور جہاں تک مہرین کی امی کی بات ہے تو آپ ان سے کہہ دیں کہ اب وہ اپنی بیٹی کو بھول جائیں۔ اب مہرین کبھی ان سے نہیں ملے گی۔ آپ نے جب کراچی آنا ہو مجھے فون کر دیں میں ٹکٹ کا بندوبست کر دوں گا۔ ویسے پرسوں کی ایک فلائیٹ کا ٹکٹ ملازم کو دے کر آیا تھا وہ اس نے آپ کو دے دی ہوگی باقی سب کچھ ٹھیک ہے مہرین بھی یہاں بہت خوش ہے اور میں بھی خدا حافظ۔

میں نے فون بند کر دیا اور پھر ریسیور اٹھا کر نیچے رکھ دیا۔

اس گھر میں ملازم ہیں اور رہیں گے بھی مگر ان میں سے کوئی بھی ملازم تمہارے لیے نہیں ہے۔ تم کبھی ان سے اپنا کوئی کام نہیں کراؤ گی تم اپنا ہر کام خود کرو گی۔ اپنے لیے کھانا الگ بناؤ گی، تمہارے استعمال کے برتن بھی الگ ہوں گے۔ تم میری کسی چیز کو میری اجازت کے بغیر

ہاتھ نہیں لگاؤ گی چاہے وہ کارنس پر پڑا ہوا وہ کرسٹل باؤل ہی کیوں نہ ہو۔ میں کبھی بھی تمہیں کوئی روپے نہیں دوں گا۔ زندہ رہنے کے لئے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمہیں مل جا گا۔ باقی چیزیں بہت غیر اہم ہیں۔

تم کبھی کوئی فون ریسیو نہیں کرو گی۔ چاہے گھر میں کوئی بھی نہ ہو تب بھی تم فون کے پاس نہیں جاؤ گی۔ اس نے سر جھکا میری ہدایات سنی تھیں میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔

حسب توقع امی اگلے دن ہی چلی آئی تھیں انہوں نے مجھے بیحد ڈانٹا تھا۔ میں نے بڑے پرسکون انداز میں ان کی جھاڑ سنی تھی اور مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ میں اب بھی اپنی بات پر قائم تھا کہ میں اب مہرین کو کسی سے ملنے نہیں دوں گا چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ میں نے انہیں مہرین پر عائد کی جانے والی پابندیوں کے بارے میں بھی بتا دیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ گنگ بیٹھی رہیں پھر انہوں نے کہا تھا۔

تم یہ سب کرنے کے لیے اس سے شادی کرنا چاہتے تھے؟

ہاں یہی سب کرنے کے لیے اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔

میں نے کرسی پر جھولتے ہو کہا۔

یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے میں نے ہی اسے اس شادی پر تیار کیا تھا نہ میں اس سے اصرار کرتی نہ وہ اس جہنم میں آتی۔ میں نے ان کی بات پر کرسی پر جھولنا بند کر دیا۔

آپ اس پچھتاوے سے باہر نکل آئیں۔ وہ آپ کی بات نہ مانتی تب بھی مجھے شادی اس سے ہی کرنا تھی چاہے زبردستی سہی اور میں اسکے لیے ہر حربہ استعمال کرتا چاہے مجھے اسے کڈنیپ ہی کیوں نہ کروانا پڑتا مگر اسے آنا اسی گھر میں تھا۔ سو آپ کے اصرار نے اسے اس جہنم میں آنے پر مجبور نہیں کیا۔ اس کا کردار اسے یہاں لایا ہے اور اسے یہیں آنا تھا۔

اسود، تم یہ سب مت کرو، تمہیں کیا پتا غلطی کس کی تھی کس کی نہیں؟ تم باز آ جاؤ سزا اور جزا تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ صرف ایک ہی برتر ذات کے ہاتھ میں ہے۔ تم انسان ہو اپنی حدود کو جان لو اس کی طاقت اس کے اختیار کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کرو۔

مجھے سب پتا ہے، مجھے نصیحت نہ کریں۔ کون سچا ہے، کون جھوٹا، کسے سزا ملنی چاہیے کسے انعام، اس کا فیصلہ یہیں ہو جانا چاہیے۔ ہاتھ کا بدلہ ہاتھ اور سر کا بدلہ سر، یہ بھی ہمارے ہی مذہب میں ہے میں تو پھر اس کی جان نہیں لے رہا ہوں۔

مگر معاف کر دینے والا عظیم ہوتا ہے اور معاف کر دینا سب سے افضل عمل ہے۔

مجھے عظیم بننا ہے نہ کوئی افضل عمل کرنا ہے۔ جو عظیم ہوتے ہیں اور افضل عمل کرتے ہیں ان کا حال مشعل جیسا ہوتا ہے، کم سے کم رسوائی اور زیادہ سے زیادہ موت۔ ان دونوں چیزوں میں سے ایک ان کا مقدر ضرور بنتی ہے۔ سو آپ مجھے یہ بیکار کی نصیحتیں نہ کریں۔ میں نے ایک بار پھر کرسی کو جھلانا شروع کر دیا تھا۔

کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد امی نے مجھے کہا تھا۔

تم یہ سب کرنے کی بجا اسے طلاق دے دو۔ میں ان کی بات پر بیاختیار ہنسا تھا۔

طلاق بھی دوں گا، یہ کام بھی کروں گا مگر ابھی نہیں، بیس سال بعد جب کوئی اس پر دوسری نگاہ نہیں ڈالے گا۔ جب وہ دوبارہ اپنا گھر آباد کرنے کے قابل نہیں ہوگی تب میں اسے خالی ہاتھ دھکے دے کر اپنے گھر سے نکال دوں گا اور اسے کہوں گا کہ جاؤ اب دوبارہ سے اپنے لیے کوئی ٹھکانہ تلاش کرو، ڈھونڈو اب دنیا میں تمہارے لیے کیا ہے؟ اگر کچھ نہیں ملتا تو پھر تم بھی مشعل کی طرح مر جاؤ۔

اسود میں اسے تم سے خلع دلوا دوں گی میں اسے تمہارے ساتھ نہیں رہنے دوں گی۔

امی کیا وہ مجھ سے خلع لے سکتی ہے کیا اس قابل ہے وہ؟ لے جایئے گا کبھی عدالت میں اسے اپنا شوق پورا کرنے کے لیے پھر دیکھیے گا کتنے سال وہ ان عدالتوں کے چکر کاٹتی ہے اور میں جو اس پر ایسے الزام لگاؤں گا کہ دنیا تو کیا وہ خود بھی اپنا چہرہ دیکھنے کے قابل نہیں رہے گی۔

میں عدالت میں ایک چھوڑ سو ایسے گواہ پیش کر دوں گا جو اس سے اپنے تعلقات کا دعوی کریں گے، وہ بھی تمام ثبوتوں کیساتھ پھر آپ کیا کریں گی اور وہ کیا کرے گی؟ اور میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ ان سب باتوں کے باوجود ایک اچھے شوہر کی طرح میں اس بدکردار بیوی کو بھی اپنے گھر میں آباد کرنا چاہتا ہوں۔۔ سب میری عظمت کے گن گاتے ہوا سے واپس میرے ہی گھر بھیج دیں گے اور بالفرض اگر وہ خلع لینے میں کامیاب ہو بھی جاتی ہے تو بھی تیزاب کی ایک بوتل اسے اس قابل نہیں چھوڑے گی کہ وہ دوبارہ کبھی اپنا گھر بسانے کا سوچے پھر آپ بھی اس کی مدد نہیں کر پائیں گی چاہے جتنا بھی چاہیں۔

تو مان لیں امی کہ وہ سب سے زیادہ محفوظ اور خوش یہیں رہے گی، اس چار دیواری کے اندر اور اسے یہیں رہنا ہے چاہے آپ کو پسند آیا نہیں، چاہے وہ ایسا چاہے یا نہیں۔

امی خوف کے عالم میں مجھے دیکھتی رہیں۔

تم ایسے نہیں تھے اسود تم کبھی بھی ایسے نہیں تھے۔

ہاں ایسا نہیں تھا مگر اب ہو گیا ہوں۔ میں وہاں سے اٹھ کر باہر آ گیا۔

پھر سب کچھ ویسا ہی ہونے لگا تھا جیسا میں چاہتا تھا۔ وہ بالکل میری ہدایات کے مطابق چلتی تھی۔ اسے ہر حال میں صبح چار بجے اٹھ جانا ہوتا تھا اور رات کو وہ بارہ بجے سے پہلے نہیں سو سکتی تھی چاہے وہ اپنے سب کام نپٹا چکی ہوتی تب بھی، یہ میری ہدایات تھیں۔

وہ صرف گھر کے اندر پھر سکتی تھی، چھت پر، لان میں یا پورچ میں نکلنے کی اجازت اسے نہیں تھی۔ وہ صرف صبح یا رات کے وقت کھانا کھا سکتی تھی اور وہ بھی صرف دال یا سبزی اس کے علاوہ کسے کچھ نہیں دیا جاتا تھا۔

امی اسے دیکھ کر بعض دفعہ رونے لگتیں اور مجھے بددعائیں دینا شروع ہو جاتیں یا خود کو کوسنے لگتیں مگر مجھے ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ تو زندہ تھی اور مشعل وہ تو مر گئی تھی پھر بھی انہیں مہرین کا زیادہ خیال تھا مشعل کا نہیں۔

دن گزرنے لگے تھے امی آہستہ آہستہ نارمل ہوتی چلی گئی تھیں یا کم از کم مجھے نارمل لگنے لگیں۔ مہرین نے بھی شاید اپنی سزا کو قبول کر لیا تھا۔ وہ کسی شکوے شکایت کے بغیر میرا ہر

ہدایت پر عمل کرتی۔ اسے اور کرنا بھی کیا تھا۔

بعض دفعہ میرا دل چاہتا وہ روئے گڑگڑائے، مجھ سے فریاد کرے، مجھ سے معاف کرنے کی بھیک مانگے اور میں، میں اس کی بےبسی پر قہقہے لگاؤں اور پھر ایسا موقع مجھے مل ہی گیا تھا۔

ایک دن میں رات کو اسٹڈی میں کام کر رہا تھا جب وہ میرے پاس آئی تھی۔

مجھے آپ سے ایک بات کرنا ہے۔ اس نے اسٹڈی ٹیبل کے پاس کھڑے ہو کر کہا تھا۔

کرو۔

میرے فائنل ایئر کے پیپرز شروع ہونے والے ہیں اگلے ہفتے سے، میں پیپرز دینے کے لیے لاہور جانا چاہتی ہوں۔ میں نے اس کی بات کے ختم ہونے پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔

تم نہیں جاؤ گی۔ اس کے چہرے کا رنگ میری بات پر بدل گیا تھا۔

پلیز مجھے جانے دیں، میں نے دو سال محنت کی ہے، میری محنت ضائع ہو جائے گی۔ پلیز مجھے امتحان دینے دیں۔

پہلی دفعہ اس کا لہجہ التجائیہ تھا۔

مشعل نے بھی تو بہت محنت کی ہو گی مگر وہ بھی یہ امتحان نہیں دے رہی ہے اور جب وہ یہ امتحان نہیں دے رہی تو تم بھی نہیں دو گی۔

میں کبھی آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی، کبھی کوئی شکایت نہیں کروں گی بس صرف میری یہ بات مان لیں مجھے پیپرز دینے دیں۔

ایک بار نہیں سو بار نہیں، میں کبھی بھی تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گا۔ نہ آج نہ آئندہ کبھی۔ وہ چند لمحے خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر یک دم رونے لگی۔

آپ مجھے ایسے جرم کی سزا دے رہے ہیں جو میں نے نہیں کیا۔ میرے لیے میری تعلیم کیا ہے آپ نہیں جانتے۔

میرے لیے مشعل کیا تھی تم تو جانتی تھیں پھر تم نے اسے اور مجھے کس چیز کی سزا دی تھی۔ تعلیم تو کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کے بغیر نہ رہا جا سکے۔ اگر میں مشعل کے بغیر زندہ رہ سکتا ہوں تو تم بھی تعلیم کے بغیر رہ سکتی ہو۔

وہ میری بات پر روتے ہوا اسٹڈی سے چلی گئی تھی۔ بہت سکون ملا تھا مجھے اس کے آنسوؤں سے۔ یوں لگا تھا جیسے میرے اندر کی بھڑکتی ہوئی آگ کچھ مدھم ہو گئی تھی۔

پھر امی نے بھی مجھے مجبور کرنے کی کوشش کی تھی کہ میں اسے امتحان دینے کے لیے لاہور جانے دوں مگر میں وہ بات کیسے مان سکتا تھا جس سے اسے کوئی relief ملتا، سو میں نے امی کی ساری منت سماجت کو بھی نظر انداز کر دیا تھا۔

وقت آہستہ آہستہ گزرتا جا رہا تھا۔ ہماری شادی کو ایک سال ہونے والا تھا۔ اب اسے جانے دوں مگر اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ امی مجھ سے لڑتی رہیں، مجھے بددعائیں دیتی رہی تھیں، اسے ساتھ لے جانے پر اصرار کرتی رہی تھیں مگر وہ بالکل چپ تھی۔

اس نے امی سے کہا تھا:

خالہ آپ اصرار نہ کریں، مجھے کہیں نہیں جانا ہے۔ یہ سب میری سزا ہے مجھے برداشت کرنا ہے آخر میں نے مشعل کو مارا تھا۔

تو تمہیں احساس ہونا شروع ہو گیا کہ تم نے مشعل کو مارا تھا۔ میں نے سوچا۔ امی اکیلی لاہور چلی گئی تھیں۔ وہاں سے نانی امی نے فون کر کے مجھے کہا تھا کہ میں اسے بھیج دوں سب چاہتے تھے کہ ایک بار وہ اپنی امی کا چہرہ دیکھ لے پھر ہی انہیں دفن کیا جا۔ مگر میں نے اسے جانے نہیں دیا۔ اس نے مجھے کہا بھی نہیں۔ پھر میں اس پر اتنی سخاوت کیوں دکھاتا۔

امی خالہ کے دسویں کے بعد واپس کراچی آئی تھیں اور کتنی ہی دیر وہ اس سے لپٹ کر روتی رہیں مگر اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں آ وہ انہیں چپ کرواتی رہی جیسے مرنے والی سے صرف امی کا تعلق تھا اس کا نہیں۔

خالہ کے مرنے کے بعد امی نے مجھ سے بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔ انہیں اگر مجھ سے کوئی کام ہوتا تب بھی وہ میرے بجا ملازم کو کہتیں۔ میری کسی بات کا جواب وہ نہیں دیا کرتیں اور مجھے اب اس کی زیادہ پروا نہیں تھی۔ ایک بار میں نے ان کی پروا کی تھی اور تب مشعل زندگی ہار گئی تھی اب کس چیز سے محروم ہوتا میں۔

مجھے یاد ہے اس ماہ جب میں انہیں مہینے کے آغاز میں کچھ روپے دینے گیا تھا تو انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے منع کر دیا تھا۔

نہیں اسود اب مجھے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، اس روپے کا میں نے کیا کرنا ہے۔

جو پہلے کرتی تھیں وہی کیا کریں۔ وہ کتنی دیر بہت عجیب نظروں سے مجھے دیکھتی رہی تھیں۔ مجھے پہلی بار ان کی آنکھوں سے خوف آیا تھا۔ انہوں نے اپنے تکیے کے نیچے سے چابی نکال کر میری طرف اچھال دی۔

اس الماری کی دراز کھول کر دیکھو کتنا روپیہ بھرا ہے اس میں، اوپر سے نیچے تک تمہیں نوٹ ہی نوٹ نظر آئیں گے مگر میں ان نوٹوں کا کیا کروں جو روپیہ خرچ کر سکتی ہے وہ پیسے پیسے کے لیے ترستی ہے۔ میں کوئی زیور، کوئی کپڑا، کوئی چیز اس کے لیے نہیں لا سکتی تو میں اس روپے کا کیا۔ وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔ میں ان کے کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

مشعل بھی تو خود پر کچھ خرچ نہیں کر سکتی پھر اس پر کسی کو ترس کیوں نہیں آتا کیا صرف اس لیے کہ وہ قبر میں ہے اور جو دوسروں کو قبر میں پہنچا دیتے ہیں ان پر کتنی جلد رحم آتا ہے لوگوں کو۔ میں نے اپنے دل میں سوچا تھا۔

کچھ وقت اور گزر گیا تھا۔ مہرین اب بالکل ایک مشین کی طرح کام کرتی تھی۔ اب وہ خود ہی پورے گھر کا کام کرنے لگی تھی۔ چھٹی کے دن وہ ماربل کے فرش کو دھونے بیٹھتی اور گھنٹوں اسی میں لگی رہتی اگر چیزوں کو صاف کرنے لگتی تو بہت سا وقت اسی میں لگا دیتی۔ میرے جوتے

پالش کرنے لگتی تو پوری الماری جوتوں سے خالی کر کے انہیں چمکاتی رہتی۔

ہم دونوں کے درمیان بہت سرسری سی بات ہوتی تھی۔ وہ بھی صرف اس وقت جب مجھے کسی چیز کی ضرورت ہوتی تھی۔ ورنہ کئی کئی دن ہم دونوں میں کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ میں اس سے کوئی بات کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس کے پاس جھوٹ اور منافقت کے علاوہ اور تھا بھی کیا؟

پھر انہیں دنوں وہ بیمار رہنے لگی تھی۔ شروع میں، میں نے اس بات کی پروا بھی نہیں کی۔ مگر ایک دن وہ صبح اٹھی ہی نہیں۔ سات بجے جب میں اٹھا تو وہ تب بھی اپنی جگہ پر سو رہی تھی۔ مجھے کچھ حیرت ہوئی۔ پچھلے دو سال میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ وہ میرے جاگنے سے پہلے نہ اٹھ چکی ہو مگر اس دن وہ نہیں اٹھی تب ہی میں نے اسے آواز دی تھی مگر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ پھر میں نے اسے کتنی بار پکارا تھا مگر تب بھی اس میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

میں نے اس کے پاس جا کر اس کے منہ پر سے کمبل ہٹایا تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ تھا۔

میں نے دوبارہ اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی اور تیار ہو کر آفس چلا گیا۔

شام کو جب میں آفس سے آیا تو امی نے مجھے دیکھتے ہی کہا تھا۔

مہرین کو نمونیہ ہو گیا ہے۔ میں نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔

میں نے ڈاکٹر کو بلایا تھا۔ اس نے کچھ دوائیاں لکھ کر دی ہیں۔ وہ کہتا ہے اسے آرام اور اچھی خوراک کی ضرورت ہے۔ میں اب بھی چپ رہا تھا۔

تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟

کیا بولوں لاکھوں لوگوں کو نمونیہ ہو جاتا ہے اور وہ ٹھیک بھی ہو جاتے ہیں۔ ہاں کچھ مر بھی جاتے ہیں مگر مہرین ان لوگوں میں شامل نہیں، ٹھیک ہو جاگی۔ وہ بہت ڈھیٹ ہے اسے تو صرف مارنا آتا ہے۔

میں یہ کہہ کر بریف کیس اٹھا کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔ وہ ابھی بھی سو رہی تھی۔ میں خاموشی سے لباس تبدیل کرنے کے لیے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

جب کچھ دیر بعد میں ڈریسنگ روم سے نکلا تھا تو امی اس کے پاس کارپٹ پر سوپ کا پیالہ لیے بیٹھی تھیں۔ وہ اس سے کہہ رہی تھیں:

تم پیو سوپ میں کون سا اس سود سے چوری پلا رہی ہوں اس کے سامنے لے کر آئی ہوں۔

پیو تم تمہیں اس کی ضرورت ہے۔

میرا دل نہیں چاہ رہا، میں سچ کہہ رہی ہوں میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔ وہ کمزور سے آواز میں ان سے کہہ رہی تھی۔

میں چند لمحے خاموشی سے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتا رہا پھر میں نے امی سے کہا:

کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو سوپ کے پیالے یہاں اٹھا کر لانے کی، اسے بھوک

لگے گی تو یہ خود کچن میں جا کر کھانا کھا لے گی، آپ اس کی ملازمہ نہیں ہیں اور نہ ہی یہ مر رہی ہے۔

اس نے میری بات پر کمبل سے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔ امی ملامت بھری نظروں سے مجھے دیکھتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئیں۔

پھر روز یہ ہی ہوتا تھا۔ امی اسے کھانے کے لیے اصرار کرتیں اور وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیتی۔ اگر کھاتی تھی تو صرف وہی چیزیں جو وہ پہلے کھایا کرتی تھی۔

ہاں بہت خوددار ہو تم مہرین بہت خوددار ہو، تم کہاں کوئی بددیانتی کر سکتی ہو چاہے وہ چند پھلوں کی ہو یا سوپ کے پیالے کی۔ مگر مجھ پر تمہارے ان ڈراموں کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ میں سے دیکھ کر سوچا کرتا تھا۔

اسے ٹھیک ہونے میں ایک ماہ لگ گیا تھا اور ٹھیک ہونے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنی روٹین پر واپس آ گئی تھی۔ مگر اب وہ پہلے سے بھی زیادہ کمزور ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اب بہت نمایاں ہو گئے تھے اور اس کے چہرے کی ہڈیاں زیادہ ابھر آئی تھیں۔

انہی دنوں مجھے اپنی کمپنی کی طرف سے امریکہ جانا پڑا تھا۔ دو ماہ کے لیے مجھے وہاں رہنا تھا اور ابھی مجھے وہاں آ صرف ایک ہفتہ ہوا تھا کہ مجھے اچانک امی کے انتقال کی خبر ملی تھی۔ مجھے یقین نہیں آیا۔ میں تو انہیں بالکل صحیح سلامت چھوڑ کر آیا تھا۔ پھر انہیں اچانک کیا ہو گیا؟

میں نے فوراً واپس آنے کے لیے فلائیٹ کی تلاش شروع کر دی مگر مجھے جس فلائیٹ میں سیٹ مل رہی تھی وہ پانچ دن کے بعد تھی۔ پانچ دن کے بعد جانے کا مطلب یہ ہوتا کہ میں ان کا چہرہ نہ دیکھ پاتا۔ میں نے دوسرے دن کی فلائیٹ میں سیٹ حاصل کرنے کے لیے بیانتہا کوشش کی تھی مگر میں ناکام رہا۔ فون پر روتے ہوئے میں نے بڑے ماموں کو امی کو دفنانے کی اجازت دے دی تھی۔

اور اس رات جب میں امی کو یاد کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا تو مجھے یاد آیا تھا کہ میں نے مہرین کو بھی اس کی امی کا چہرہ دیکھنے نہیں دیا تھا اور جب میں اسے لاہور جانے کی اجازت نہیں دے رہا تھا تو امی نے روتے ہوئے مجھے کہا تھا۔

کل کو جب میں مر جاؤں گی تو پھر خدا تمہیں بھی میرا چہرہ دیکھنے نہیں دے گا۔ یہ کیوں بھول رہے ہو؟ اسود اتنا ظلم نہ کرو کہ تمہارے ساتھ ساتھ میری بھی بخشش نہ ہو۔

اور میں ان کی بات یاد آنے پر یک دم ساکت ہو گیا تھا۔ ہاں واقعی ان کی بات سچ ثابت ہو گئی تھی۔ میں بھی ان کا چہرہ نہیں دیکھ نہیں پایا تھا۔

پانچ دن کے بعد جب میں کراچی آیا تھا۔ تو گھر میں ایک عجیب سی ویرانی تھی، نانی اماں اور ماموں بھی یہیں تھے مگر پھر بھی لگتا تھا جیسے گھر میں کوئی نہیں ہے۔ امی کے دسویں تک سب لوگ یہیں رہے تھے پھر سب واپس چلے گئے تھے۔ مشعل کی امی بھی امی کی موت پر آئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے تعزیت کی تھی اور مجھے دلاسا بھی دیا تھا لیکن مہرین سے انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔

پھر جتنے دن وہ یہاں رہیں، مہرین اور وہ، دونوں ایک دوسرے کو نظر انداز کرتی رہیں مگر اکبر ماموں مہرین کے ساتھ نارمل طریقے سے ملے تھے، مجھے لگا تھا جیسے انہیں ماضی بھول چکا تھا ورنہ وہ کیسے مہرین سے اس طرح مل سکتے تھے۔

دسویں کے بعد ایک دن میں امی کے کمرے میں گیا تھا۔ میں نے امی کی الماری کھولی تھی اور وہاں رکھے ہو کاغذات دیکھنے لگا اس میں لاہور کے گھر اور زمینوں کے کاغذات تھے اور میں ان کاغذات کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔ انہوں نے وہ گھر اور زمینیں مہرین کے نام کر دی تھیں۔ اپنا ایک اکاؤنٹ بھی انہوں نے اس کے نام ٹرانسفر کر دیا تھا۔ لاہور میں موجود دو پلاٹ انہوں نے میرے نام کر دیے تھے اور باقی سارے اکاؤنٹس اور لاکرز بھی انہوں نے میرے نام چھوڑے تھے۔

میں خاموشی سے کاغذات کو دیکھتا رہا۔ پھر میرے ہاتھ ایک لفافہ آیا تھا۔ میں نے اسے کھول لیا۔ وہ خط میرے ہی نام تھا میں بھیگی آنکھوں سے اسے پڑھنے لگا:

میرے پیارے بیٹے اسود علی

یہ خط جب تمہیں ملے گا تب میں زندہ نہیں رہوں گی پچھلے کچھ عرصہ سے مجھے لگ رہا ہے جیسے اب میری زندگی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے۔ دل میں آیا کہ پتا نہیں آخری وقت میں تم سے بات کر بھی سکوں گی یا نہیں۔ اس لیے سوچا کہ تمہارے نام ایک خط لکھ دوں۔ شاید جو بات میری زبان تمہیں نہیں سمجھا سکتی، میری تحریر سمجھا دے، مجھے اب موت سے خوف نہیں آ رہا بلکہ اس کا تصور کر کے عجیب سا سکون ملتا ہے۔ جو زندگی میں گزار رہی ہوں اس سے موت بہر حال بہتر ہے۔ زندہ رہ کر مجھے کیا دیکھنا ہے، مہرین کو جس کی زندگی میں نے تباہ کر دی یا تم کو جو اپنی زندگی خود برباد کر رہے ہو۔

اسود تم تو اعلیٰ ظرف تھے، بہت بڑے دل کے مالک تھے، تم تو لوگوں کو معاف کر دیا کرتے تھے پر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے تو تمہیں بدلہ لینا کبھی نہیں سکھایا تھا تم یہ سب کہاں سے سیکھ گئے۔ یہ بغض یہ تنگ دلی، یہ بدلہ لینے کا جذبہ، یہ سب تم میں کہاں سے آ گیا ہے؟ یہ میری تربیت تو نہیں تھی۔

جانتی ہوں میں نے تمہیں بھی بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ یہ سب میری ضد کا نتیجہ ہے پر اس ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا ملے گی یہ مجھے پتہ نہیں تھا۔ میں پچھتا رہی ہوں۔ بہت پچھتا رہی ہوں مگر میں نہیں چاہتی کہ پچھتاوے تمہارا مقدر بھی بنیں۔ مہرین کو معاف کر دو۔ وہ اتنی سزا کی مستحق نہیں ہے۔

مشعل تو مر چکی ہے وہ کبھی واپس نہیں آ گی مگر جو زندہ ہے، تم اسے مت مارو اسے معاف کر دو، یہ تم سے میرا آخری مطالبہ ہے اگر یہ پورا کر دو گے تو زندگی میں نہیں مگر مرنے کے بعد میں سکون سے رہوں گی۔

امید کرتی ہوں تم اپنی ماں کی یہ آخری خواہش ضرور پوری کر دو گے۔

خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔

تمہاری ماں۔

پتانہیں میں نے کتنی باراس خط کو پڑھا اور کتنی ہی دیر میں وہاں بیٹھا رہا پھرامی کی الماری بند کرنے کے بعد میں کاغذات لے کراپنے کمرےمیں آ گیا۔ ملازم کو میں نے مہرین کو بھیجنے کے لیے کہا۔ وہ تھوڑی دیر بعد آئی اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے۔

یہ کیا ہے؟اس نے انہیں نہیں پکڑا تھا۔

امی نے لاہور والا گھر اور زمین تمہارے نام کردی تھی یہ اسی کے کاغذات ہیں۔

مگر مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔

بہر حال یہ تمہارے ہیں چاہے تمہیں ان کی ضرورت ہے یا نہیں۔ میں نے اس پیپرز کو ٹیبل پر پھیکنتے ہو کہا تھا۔ وہ خاموش رہی۔

بیٹھ جاؤ۔ میں نے اسے کہا وہ حیرانگی سے مجھے دیکھتے ہو صوفے پر بیٹھ گئی۔

جب میں نے تم سے شادی کی تھی تو میں نے فیصلہ کیا تھا کہ ساری زندگی میں تمہیں سکون نہیں دوں گا، تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا لیکن میری ماں کی آخری خواہش یہ ہے کہ میں تمہیں معاف کردوں۔ سو مہرین میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ حالانکہ یہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔ میرے دل میں تمہارے لیے نفرت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے پھر بھی میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ جو پابندیاں میں نے تم پر لگائی تھیں وہ آج سے ہٹا رہا ہوں۔ اب تمہیں حق دے رہا ہوں کہ تم جو چاہے کرو، جیسے چاہے ویسے رہو، جس سے چاہو ملو۔

وہ بیتاثر چہرے کے ساتھ مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے کہا:

لیکن مجھے معافی نہیں چاہیے۔ میں جیسے رہ رہی ہوں، میں خوش ہوں، میں ایسے ہی رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سزا میرے لیے ٹھیک ہے۔ بہت مناسب ہے۔اب مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے۔ میں کچھ دیر اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

میں نے کہا نا تم جیسے چاہو رہ سکتی ہو، تم آزاد ہو۔ وہ میری بات ختم ہونے پر اٹھ کر کمرے سے چلی گئی تھی۔

مشعل ٹھیک کہتی تھی میں کہاں بہادر ہوں۔ میں تو بہت بزدل ہوں۔ جو بھی کہتا ہوں وہ نہیں کر پاتا۔ ایک بار پھر میں نے امی کی آخری خواہش کو مشعل کی آخری خواہش پر ترجیح دی تھی اور میں پھر بھی کہتا تھا کہ مجھے مشعل سے محبت ہے۔

مہرین نے اپنی روٹین نہیں بدلی تھی۔ وہ اسی طرح رہتی تھی جیسے وہ پہلے رہتی تھی۔ پہلے کی طرح وہ اپنا کھانا الگ پکاتی تھی۔ انہی کپڑوں میں ملبوس رہتی تھی جو وہ پہلے پہنتی تھی۔ اسی طرح کارپٹ پر سویا کرتی تھی۔ ویسے ہی سارا دن گھر کا کام کرتی رہتی تھی اور اگر کسی جگہ بیٹھ جاتی تو کئی کئی گھنٹے وہیں بیٹھی رہتی۔

میں نے اس کی کسی حرکت پر اعتراض نہیں کیا تھا میں اب ایسا کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ پھر ڈھائی سالوں میں پہلی بار میں نے اسے جیب خرچ کے لیے کچھ رقم دینے کی کوشش کی تھی۔

لیکن ان مجھے روپوں کی ضرورت نہیں ہے۔ پتانہیں وہ روپے دیکھ کر کیوں خوفزدہ ہوگئی

تھی۔

جب ضرورت پڑے تب انہیں خرچ کر لینا۔ میں نے روپے اس کے ہاتھ میں تھما دیے

تھے۔

وہ عجیب سی نظروں سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر وہ کتنی دیرانہیں مٹھی میں لے کر صوفے

پر بیٹھی رہی۔

اس رات میں اسٹڈی میں بیٹھا کچھ فائلیں دیکھ رہا تھا۔ جب اچانک مجھے کافی کی طلب

ہونے لگی تھی۔ ملازم دو گھنٹے پہلے مجھے کافی دے کر گیا تھا اور عام طور پر میں رات کو کافی کا

صرف ایک کپ ہی پیا کرتا تھا مگر اس رات مجھے بہت کام کرنا تھا۔ اس لیے میں کافی بنانے

کے لیے خود کچن میں چلا گیا۔

ملازم اس وقت اپنے کوارٹرز میں جا چکے تھے مگر کچن کی لائیٹ آن تھی۔ مجھے یاد آیا کہ

مہرین اس وقت کچن میں ہوگی۔ وہ رات کو کچن خود صاف کرنے کے بعد ہی کمرے میں جایا

کرتی تھی۔ میں نے سوچا کہ میں اسے کافی بنانے کے لیے کہہ دوں گا۔ میں کچن میں داخل ہوا

تو پہلی نظر میں وہ مجھے وہاں نظر نہیں آئی۔ مگر گردن گھمانے پر وہ مجھے نظر آ گئی تھی۔

ڈائننگ ٹیبل کے دوسری طرف وہ دیوار سے ٹیک لگا زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔

میں دبے قدموں سے اس کی طرف گیا تھا وہ کچھ بولتے ہو فرش پر انگلی سے کچھ لکھ رہی

تھی۔ لکھتے لکھتے رک کر وہ دوسرے ہاتھ سے جیسے اپنی لکھی ہوئی تحریر کو مٹا رہی تھی۔ کبھی وہ لکھتے

لکھتے رک کر اپنی دائیں جانب یوں دیکھ کر یوں بات کرنے لگتی جیسے وہاں اس کے پاس کوئی

بیٹھا ہوا ہو۔ پھر بات کرتے کرتے وہ مسکرائی اور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

میں اس کی باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔ وہ مدھم آواز میں بات کر رہی

تھی۔ میں بہت دیر تک وہاں کھڑا رہا مگر اسے احساس نہیں ہوا کہ میں اس کے پاس کھڑا ہوں۔

وہ اسی طرح فرش پر لکھتی، مٹاتی، دائیں جانب دیکھ کر باتیں کرتی رہی۔ میں بےیقینی کے عالم میں

وہاں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے اسے آواز دی تھی۔

پہلی آواز پر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی مگر دوسرے آواز پر وہ یک دم ہڑبڑا گئی تھی۔

اس نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھا تھا اور پھر فق جہرے کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔

مجھے فوری طور پر سمجھ نہیں آیا کہ میں اسے کیا کہوں، اس سے کیا پوچھوں۔

مجھے کافی چاہیے۔ کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد میں نے اسے کہا تھا۔

وہ سر ہلا کر خاموشی سے کوکنگ رینج کی طرف بڑھ گئی۔ مجھے حیرت ہوئی تھی وہ پانی بوائل

کرنے کے لیے کافی میکر کی طرف نہیں گئی تھی۔ میں وہیں کھڑا بازو لپیٹے اسے دیکھتا رہا۔

وہ کچھ دیر۔۔۔ معنی خیز انداز میں کوکنگ رینج کو آن آف کرتی رہی پھر وہ مڑ کر مجھے

دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی وحشت تھی۔

مجھے کافی چاہیے۔ اس بار میں نے بلند آواز میں کہا تھا اور اس بار وہ سر ہلا کر کافی میکر کی

طرف ہی گئی تھی۔ اسے نکال کر وہ سوئچ بورڈ کے پاس slab پر لے گئی تھی۔ پھر کچھ دیر تک وہ جیسے یاد کرنے کی کوشش کرتی رہی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر وہ sink کے پاس لگے فلٹر سے پانی لینے کی بجا فریج کے پاس گئی تھی اور وہیں سے اس نے پانی کی بوتل نکال لی تھی پھر اس نے اس بوتل سے کافی میکر میں پانی انڈیلا تھا۔ اس نے کافی میکر کو پانی سے تقریباً بھر دیا تھا۔ پھر اس نے کافی کا جار اور ایک کپ لا کر ڈائننگ ٹیبل پر رکھ دیا۔ مگر اس نے کافی میکر کو آن نہیں کیا اور اس کے پاس کھڑی رہی۔

مہرین تم نے کافی میکر کا سوئچ آن نہیں کیا۔

اس نے میری ہدایت پر فوراً سوئچ بورڈ پر لگا کر سوئچ آن کر دیا تھا۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس نے کافی میکر کا پلگ بھی ابھی تک ساکٹ میں نہیں لگایا تھا۔

رہنے دو مجھے کافی نہیں چاہیے۔ میں اسے یہ کہہ کر کچن سے واپس آ گیا تھا۔ وہ غائب دماغی کی حالت میں تھی اور ایسا میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔

اسٹڈی میں آ کر میں کافی دیر تک پریشانی کے عالم میں بیٹھا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ میرے ذہن سے فائلیں نکل چکی تھیں۔ کافی دیر تک اسٹڈی میں بیٹھے رہنے کے بعد میں جب اپنے کمرے میں آیا تو وہ سو چکی تھی۔ میں بھی خاموشی سے بیڈ پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا صبح وہ بالکل نارمل تھی۔ میں اس کی ہر حرکت کو بڑے غور سے دیکھتا رہا مگر اس کے کسی بھی کام میں رات والی غائب دماغی کی جھلک نہیں تھی۔ وہ اسی طرح کام کر رہی تھی جس طرح پہلے کیا کرتی تھی۔

میں کافی مطمئن ہو کر آفس گیا تھا۔ شاید وہ ایک وقتی کیفیت تھی، میں نے خود کو تسلی دی تھی۔ مگر وہ وقتی کیفیت نہیں تھی، وہ جب بھی اکیلی ہوتی تھی، وہ خود سے باتیں کرنا شروع ہو جاتی تھی۔ یا اگر خاموش بیٹھی ہوتی تو کئی کئی گھنٹے وہ ایک ہی چیز پر نظر جما بیٹھی رہتی۔ پھر یک دم اسے چیزیں بھولنے لگی تھیں۔ وہ سامنے رکھی ہوئی چیز کو بھی تلاش نہیں کر پاتی تھی اور اسے کونے کھدروں میں ڈھونڈتی رہتی تھی۔

میری پریشانی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اسے معاف کر دینے سے پہلے اس کا یہ حال ہوتا تو میں بہت خوش ہوتا، بہت سکون ملتا مجھے کیونکہ یہی مکافات عمل تھا مگر اب اسے اس حالت میں دیکھ کر مجھے خوشی نہیں ہوئی تھی۔ میں اب اسے مصروف رکھنے کے لیے کسی نہ کسی بہانے اسے مخاطب کرتا رہتا تھا۔ تاکہ اس کا ذہن مصروف رہے۔

پھر ایک دن میں اس کے لیے کچھ کپڑے لے کر آیا تھا اور میں نے اسے کہا تھا کہ وہ ان میں سے کوئی لباس پہن لے۔ اس نے خاموشی سے میرے حکم کی تعمیل کی تھی اور ایک لباس بدل کر آ گئی۔ ڈھائی سال بعد پہلی بار اس نے کوئی نیا لباس پہنا تھا۔ پھر مجھے اسے کچھ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ وہ پتا نہیں کہاں سے کچھ زیور نکال لائی تھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ کر انہیں پہننے لگی۔ انہیں پہننے کے بعد وہ برش سے اپنے بال سلجھانے لگی تھی۔ یک دم جیسے وہ کمرے میں میری موجودگی سے بےنیاز ہو گئی تھی۔ وہ بس بالوں میں برش کرتے

ہوآئینے میں اپنے عکس کو دیکھے جا رہی تھی۔

پھر پتا نہیں کیا سوچ کر اس نے باری باری وہ زیورات اتار دیے اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے اٹھ کھڑی ہوئی میں نے اسے کہا تھا۔

انہیں کیوں اتار دیا پہنی رہتیں۔

اس نے ایک نظر زیورات کو دیکھا پھر میری طرف دیکھ کر کہا:

زیورات تو صرف مشعل کو اچھے لگتے ہیں۔

کسی نے میرے سینے میں خنجر گاڑ دیا تھا۔ میں تیزی سے دروازہ کھول کر کمرے سے نکل آیا۔

مشعل کو تو سب کچھ اچھا لگتا تھا سب کچھ۔ لاؤنج میں آ کر میں نے سوچا تھا۔

اس رات میری کمپنی کی annual get togather ہو رہی تھی۔ فنکشن couples کے لیے تھا۔ پتا نہیں کیا سوچ کر میں نے اسے ساتھ چلنے کے لیے کہہ دیا۔ جب وہ تیار ہو کر میرے سامنے آئی تو کچھ دیر کے لیے میں اسے دیکھ کر حیران ہو گیا تھا۔ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ شاید میں نے شادی کی رات کے بعد پہلی دفعہ اسے میک اپ میں دیکھا تھا۔

فنکشن میں پہنچنے تک ہم میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ فنکشن میں تقریباً سب ہی لوگ اپنی بیویوں کے ساتھ تھے۔ وہ اس چمک دمک کے سامنے بہت ماند ہو گئی تھی۔ شاید وہ زندگی میں پہلی بار اتنے بڑے فنکشن میں آئی تھی۔ اس لیے نروس تھی۔

میں نے اپنے کچھ دوستوں، کولیگز اور باس سے اس کا تعارف کروایا تھا۔ وہ ایک بہت ہی نروس سی مسکراہٹ کے ساتھ ان سے ملی تھی۔ فنکشن میں چیف گیسٹ کے طور پر ایک وفاقی وزیر کو بلوایا گیا تھا اور ان کی فارمل speech کے بعد کچھ گیمز کروائے گئے تھے جن میں کمپنی کے کچھ لوگوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ شرکت کی تھی۔

میں خاموشی سے سوفٹ ڈرنک کے سپ لیتا ہوا اپنی ٹیبل پر کچھ دوسرے کولیگز کے ساتھ بیٹھا اس ہنگامے کو دیکھتا رہا۔ ڈنر شروع ہونے سے کچھ دیر پہلے فنکشن کے چیف آرگنائزر جاوید احمد میری طرف آئے۔

سر آپ اور آپ کی مسز کی سیٹ چینج کر دی گئی ہے اب آپ منسٹر صاحب والی ٹیبل پر بیٹھیں گے اس لیے پلیز میرے ساتھ آ جائیں۔

میں اس کی بات پر بے حد حیران ہوا تھا ایک دم اتنی بڑی نوازش کس لیے کی گئی تھی مجھ پر؟ یہ میں سمجھ نہیں پایا۔ اپنی کمپنی کے جی ایم اور منسٹر آف انفارمیشن کے ساتھ ایک ٹیبل پر ڈنر کرنا یقیناً اعزاز کی بات تھی۔

میں اور مہرین، جاوید کے ساتھ چل پڑے تھے۔ ان کی ٹیبل کی طرف جاتے ہوئے میں نے جی ایم اور منسٹر کو اپنی طرف ہی دیکھتے پایا۔ جب ہم ان کی ٹیبل کے پاس پہنچے تو منسٹر صاحب اپنی کرسی سے کھڑے ہو گئے۔

دیکھ لیں مہرین میں نے آپ کی ایک غلط فہمی تو دور کر دی ہے کہ ہم سیاستدان صرف الیکشنز کے دنوں میں لوگوں کو پہچانتے ہیں۔سال کے باقی گیارہ مہینے ہماری یادداشت خراب رہتی ہے مگر مجھے نہ صرف آپ کا چہرہ یاد ہے بلکہ آپ کا نام بھی۔وہ مہرین سے مخاطب ہو تھے میرے سر پر جیسے حیرت کا پہاڑ گر پڑا تھا۔

the and forward straight spoken, out most the is she

life.myinacrosscomeeverhaveigirlwittiest

منسٹر صاحب نے جن الفاظ میں اس کا تعارف ہمارے جی ایم کرنیلسن شیفل سے کیا تھا انہوں نے مجھے مزید گنگ کر دیا تھا۔

interesting.seemsreallyoh

ہمارے جی ایم نے مسکراتے ہو کہا تھا۔ میں نے مہرین کو دیکھا وہ اڑی ہوئی رنگت کیساتھ کھڑی تھی۔

آپ ان کے شوہر ہیں۔

منسٹر صاحب نے مسکراتے ہو میری طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

یس سر میرا نام اسود علی ہے۔

ہاں جانتا ہوں چند لمحے پہلے آپ کے جی ایم نے ہی آپ کے بارے میں بتایا ہے، پلیز بیٹھیے۔

انہوں نے مجھ سے بات کرتے کرتے اچانک مہرین کو مخاطب کیا تھا۔مہرین کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ہم دونوں نے بھی اس کی پیروی کی۔

newspapertheforwritingstopyoudidwhy

انہوں نے بیٹھتے ہی مہرین سے پوچھا تھا۔

میں نے پھر چونک کر اسے دیکھا۔آج کا دن انکشافات کا دن تھا۔

it.ininterestlostibecausesimply

daysthesedoingyouarewhatso

housewife.aimnothing.

مہرین نے دھیمی آواز میں کہا تھا۔

میں نے پہلی بار اسے انگلش بولتے سنا تھا۔

کیوں اسود صاحب آپ ان کا ٹیلنٹ کیوں ضایع کر رہے ہیں؟

میرا جواب سننے سے پہلے ہی منسٹر صاحب نے اچانک ہمارے جی ایم سے کہا:

companyyourwithheremployyoudontwhy

wonders.dowouldsheofficer.relationspublicaas

you.assurei

interested.notim

مہرین نے ہمارے جیا یم کے کچھ کہنے سے پہلے ہی منسٹر صاحب کی آفر رد کر دی تھی۔

ٹھیک ہے جیسے آپ چاہیں مگر پھر بھی آپ جیسے لوگوں کو خدا گھر بیٹھ کر ضائع ہونے کے لیے نہیں بناتا۔

وہ ان کی بات پر چپ ہی رہی تھی۔ گفتگو کا سلسلہ ایک بار پھر منسٹر صاحب نے ہی جوڑا تھا۔ ڈنر کے دوران بھی ان دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی۔ اگرچہ زیادہ باتیں منسٹر صاحب ہی کرتے رہے۔ میں خاموشی سے اس سارے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا۔

مجھے حیرت ہوئی تھی جب انہوں نے کہا تھا کہ وہ مہرین کے فین ہیں۔ وہ سب مہرین کی بات کر رہے تھے۔ کیا میرے ساتھ بیٹھی مہری وہی تھی وہ اس کی جن خوبیوں کو سواہ رہے تھے کیا وہ اس میں تھیں؟ میرا دماغ سوالوں میں الجھا ہوا تھا۔

ڈنر کے بعد فنکشن سے جانے سے پہلے منسٹر صاحب نے مجھے اپنا وزیٹنگ کارڈ اپنے دستخط کیساتھ یہ کہہ کر دیا تھا کہ انہیں ہمارا کوئی بھی کام کر کے خوشی ہوگی۔

اس رات فنکشن سے واپسی پر میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔ وہ منسٹر مہرین سے ایک بار کالج میں ملے تھے۔ کس حیثیت میں؟ کیا صرف ایک بار ملنے پر ویسی بےتکلفی ہو سکتی ہے جیسی وہ ظاہر کر رہے تھے؟ مہرین کے فین کیوں تھے وہ اس کی کن صفات کا بار بار تذکرہ کر رہے تھے؟ میں نے گھر آ کر مہرین سے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔ کپڑے چینج کرنے کے بدع میں بیڈ پر آ کر لیٹ گیا تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جیولری تارنے بیٹھی تھی مگر جیولری اتارنے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی۔ وہ مسلسل آئینے پر نظریں جما بیٹھی تھی۔

میں کچھ دیر تک اس کے اٹھنے کا انتظار کرتا رہا مگر جب کافی دیر تک وہ اسی حالت میں بےحس و حرکت وہاں بیٹھی رہی تو میں نے اس کا نام پکارا مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی میں نے دوبارہ اس کا نام لیا مگر اس نے تب بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ میں اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔

بہت اچانک اس کے جسم میں حرکت ہوئی تھی۔ اس نے آئینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا پھر اپنا ہاتھ اس طرح عکس پر پھیرنا شروع کر دیا جیسے وہ اسے محسوس کرنا چاہ رہی ہو پھر اس نے اپنا دوسرا ہاتھ بھی آئینے پر رکھ دیا وہ کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

مہرین، مہرین؟

میں نے ایک بار پھر اسے بلایا تھا مگر وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی۔ پہلی دفعہ میری موجودگی میں وہ خود سے باتیں کرنا شروع ہوگئی تھی ورنہ اس سے پہلے وہ صرف اکیلے میں ایسا کرتی تھی۔ میں بیڈ سے اٹھ کر اس کے پاس چلا گیا۔ اس کے چہرے کی کیفیت نارمل نہیں تھی۔ چند گھنٹے پہلے کی مہرین نہیں تھی وہ۔ میں نے اس کے بازو کو پکڑ کر اسے زور سے جھنجھوڑا تھا۔ یک دم وہ جیسے کسی جادو کے اثر سے باہر آ گئی تھی۔ میں الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

کیا کر رہی تھیں تم؟ میں نے اس سے پوچھا تھا۔

اس نے پلٹ کر ایک نظر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھا پھر الجھی ہوئی نظروں سے ایسے مجھے دیکھا جیسے وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا کر رہی تھی۔

میں۔۔۔وہ ایک لفظ کہہ کر سوچ میں پڑ گئی تھی۔

جاؤ کپڑے بدلو۔میں بیدلی سے اسے کہہ کر واپس اپنے بیڈ پر آ گیا تھا۔

وہ کچھ دیر وہاں کھڑے رہنے کے بعد ڈریسنگ روم میں چلی گئی۔

مجھے اسے کسی سائیکاٹرسٹ کو دکھانا چاہیے۔میں نے پہلی بار اس کی اس حالت کے بارے میں سوچنا شروع کیا تھا۔

مگر اس سے پہلے کہ میں اسے کسی ساعیکاٹرسٹ کو دکھا پاتا ایک اور عجیب واقعہ ہوا تھا۔

اس فنکشن کے جند دن بعد لاہور سے میرے ایک دوست کا چھوٹا بھائی اپنے ایک کاروباری معاملے کے سلسلے میں مجھ سے ملنے آیا تھا۔آفس میں اس معاملے پر بات چیت کرنے کے بعد میں نے اس لنچ پر پھر انوائیٹ کیا تھا۔

اس دن خانساماں چھٹی پر تھا اور ملازم کچھ سامان لینے گیا ہوا تھا۔میں نے مہرین کو چا تیار کر کے لانے کے لیے کہا آدھ گھنٹے بعد جب وہ چا کی ٹرالی کے ہمراہ ڈرائینگ روم میں داخل ہوئی تو عدنان اسے دیکھ کر یکدم کھڑا ہو گیا تھا۔

مہرین آپ؟

اس کے منہ سیپیا ختیار نکلا تھا۔مہرین نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

سوری میں آپ کو نہیں جانتی۔اس نیٹرالی پاس لا کر کھڑی کرتے ہو کہا۔

میں عدنان ناصر ہوں آپ کا کلاس فیلو۔

وہ اسے دیکھے بغیر چا بناتے ہو بولی تھی۔

مجھے یاد نہیں ہے۔عدنان اس کی بات پر کچھ خجل ہو گیا تھا۔ڈرائینگ روم میں بالکل خاموشی تھی عدنان شرمندہ سا ہو کر بیٹھ گیا تھا اور وہ کچھ عجلت میں چا بنا رہی تھی۔یوں جیسے وہ جلد از جلد وہاں سے بھاگ جانا چاہتی ہو۔

میں خاموشی سے صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ چا سرو کرنے کے بعد باہر چلی گئی تھی۔

آپ مہرین کے کلاس فیلو ہیں۔میں نے عدنان سے پوچذا تھا۔

ہاں میں ان کا کلاس فیلو تھا۔وہ کچھ کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

پھر اس نے آپ کو پہچانا کیوں نہیں۔

پتا نہیں شاید میری شکل پہلے سے بہت بدل گئی ہے اس لیے آپ سے کیا رشتہ ہے مہرین کا۔

میری بیوی ہے۔اس کے چہرے پر ایک رنگ سا لہرایا تھا کچھ دیر کی خاموشی کے بعد اس نے کہا۔

بہت لکی ہیں آپ۔

کیوں؟

مہرین آپ کی بوی ہیں اس لیے، یہ ہماری یونیورسٹی کی سپر اسٹار تھی۔آدھی یونیورسٹی ان

کی فین تھی۔ بہت ٹیلنٹڈ تھیں بہت زبردست personality تھی ان کی میں بھی ان کے admirers میں سے ہوں اور ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا کوئی بندہ آپ کو ایسا نہیں ملے گا جو مہرین سے ملا ہو اور ان سے امپریس نہ ہو۔

میں حیرت سے اس کے چہرے کو دیکھتا رہا وہ کیا کہہ رہا تھا۔

مگر مہرین نے تو کبھی کسی activity میں حصہ نہیں لیا وہ تو بہت shy اور reserve ہوتی تھی یونیورسٹی میں۔ اس پر وہ حیران ہوا تھا۔

نہیں وہ تو یونیورسٹی کی سب سے پر اعتماد لڑکی تھی اور ایسی کوئی activity نہیں تھی جس میں اس نے کوئی کارنامہ نہ کیا ہو۔

اسے کوئی بہت بڑی غلط فہمی تھی میں نے اسے کہا۔

نہیں مہرین یہ کام نہیں کرتی تھی ہاں میری ایک اور کزن تھی مشعل وہ بہت outstanding تھی ان چیزوں میں۔

ہاں مہرین کی ایک کزن مشعل تھی جس کی ڈیتھ ہو گئی تھی اور ہم لوگ تعزیت کے لیے گئے بھی تھے ان کے گھر مگر مجھے یاد نہیں کہ انہوں نے کسی قسم کی سرگرمی میں کبھی حصہ لیا ہو ویسے ہو سکتا ہے کبھی حصہ لیا بھی ہو پر مجھے یاد نہ ہو۔

آپ کیا کہہ رہے ہیں مشعل یونیورسٹی کے میگزین کی ایڈیٹر تھیں۔

وہ الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

مہرین ایڈیٹر تھیں مشعل تو نہیں تھیں آپ پوچھ سکتے ہیں مہرین سے بلکہ میرے پاس تو میگزین کی چند کاپیز بھی ہیں۔ مجھے یاد ہے وہاں بھی ایڈیٹر کا نام مہرین ہی لکھا ہے۔

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا۔ کہیں کوئی چیز غلط تھی مگر کیا۔

اور لٹریری سوسائٹی کی پریذیڈنٹ؟

ہاں وہ بھی مہرین تھیں بلکہ ڈبیٹنگ سوسائٹی کی بھی اور چند اور بھی ایسی سوسائٹی اور کلب تھے جنہیں مہرین ہی preside کرتی تھیں۔ بہت ہولڈ تھا ان کا ہر چیز پر۔

میرے سر پر کسی نے بہت بڑا پہاڑ گرا دیا تھا۔ میں کچھ بول نہیں پایا وہ خاموشی سے چا پیتا رہا اور میں اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

اسے یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے خود کو تسلی دی تھی اور اس کے جانے کے بعد میں واپس کھانے کی ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ مہرین وہاں سے برتن اٹھا رہی تھی، میں اس کا چہرہ دیکھنے لگا، میں نے عدنان کی باتوں کی تصدیق کروانا چاہی تھی اس سے مگر اس کا ایک ہی جواب تھا۔

مجھے یاد نہیں ہے مجھے پتا نہیں اتنی پرانی بات کیسے یاد رہ سکتی ہے۔

اسے ڈھائی تین سال پہلے کی باتیں یاد نہیں تھیں، اسے کیا یاد تھا؟

2221983

آج میں بہت اداس ہوں، آج اسود تعلیم کے سلسلے میں باہر چلا گیا ہے۔ وہ میرا سب سے اچھا دوست تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب میں کیا کروں گی، صرف وہی تھا جو میری بات غور سے سنتا تھا، جو مجھے ٹھیک مشورے دیا کرتا تھا، جو مجھ سے ہمدردی کرتا تھا مگر مجھ پر ترس نہیں کھاتا تھا اور تو کوئی ایسا نہیں ہے جو مجھے اس کی طرح سمجھتا ہو، پتا نہیں مجھے کیوں لگتا ہے جیسے وہ میرے بارے میں بنا بتا سب کچھ جانتا ہے، میں کیا سوچتی ہوں، میں کیا چاہتی ہوں، میرے دل میں کیا ہے، میں کیوں خوش ہوں، میں کیوں اداس ہوں؟ مجھے لگتا ہے جیسے اسے سب پتا ہوتا ہے، اور اب سے نہیں، شروع سے ہی، مجھے اس کے بارے میں یونہی لگتا تھا۔

مجھے یاد ہے بچپن میں، میں اس سے بہت ڈرتی تھی، اپنی ساری کزنز کی طرح کیونکہ اس کے جسم پر بھی بہت مہنگے کپڑے ہوتے تھے۔ وہ بہت خوبصورت تھا میرے سب کزنز کی طرح اور میں۔۔۔ میں تو بہت بری ہوں۔ امی ہمیشہ بچے ہو کپڑوں کے ٹکڑے جوڑ کر اپنی طرف سے بہت ڈیزائننگ کر کے میری فراک بناتی تھیں۔ مگر وہ فراک میرے کزنز کے کپڑوں کے سامنے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا تھا مجھے یوں لگتا تھا جیسے اس فراک کے ہر کونے میں لکھا ہے کہ میں بچا ہوا کپڑا ہوں۔

امی کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں ہوتے تھے کہ وہ میرے لیے کوئی اچھا جوتا ہی خرید لیں۔ ویسا جلتی بجھتی لائٹوں والا جوتا جیسے اسود اور میری کزنز پہنتی تھیں، وہ تو بس میرے لیے پانچ روپے والی چپل ہی خرید سکتی ہیں پر امی کے پاس تو اپنے لیے بھی جوتا خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے میں ضد بھی نہیں کرتی تھی۔

جب بھی نانی کے گھر جانا ہوتا امی میرے بالوں کو اچھی طرح کپڑے دھونے والے صابن سے دھوتیں اور پھر چھوٹی سی چٹیا بنا دیتیں۔ جب ہم نانی کے گھر آتے تو اپنی کزنز کے کھلے ہو چمکدار خوشبو سے مہکتے ہوے بالوں کو دیکھ کر میں سوچتی کہ امی میرے بالوں کو شیمپو سے کیوں نہیں دھوتیں اسی لیے تو یہ اتنے برے لگتے ہیں۔

مجھے کبھی بھی نانی کے گھر جانا اچھا نہیں لگتا تھا۔ کیونکہ وہاں جو لوگ رہتے تھے وہ ہم سب سے بہت برتر تھے۔ مالی لحاظ سے بھی اور شکل وصورت کے اعتبار سے بھی۔ پھر کسی کو ہماری زیادہ پروا بھی نہیں ہوتی تھی۔ امی سے تو پھر بھی کوئی بات کر لیتا مگر مجھ کو تو سب نظرانداز کرتے تب مجھے سمجھ نہیں آتی تھی کہ ایسا کیوں ہے؟ بس میں یہ سنتی رہتی تھی کہ امی، نانی یا ماموں، ممانی کے سامنے میرے باپ کی شکایتیں کرتی رہتی تھیں اور پھر کئی بار وہ رونا شروع ہو جاتیں تب مجھے ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ سب مل کر مجھے نہ ماریں کیونکہ میرا یابو امی کو تنگ کرتے تھے۔

میرا دل چاہتا تھا، میں امی سے کہوں وہ ابو کی بات نہ کیا کریں، وہ اس طرح نہ روئیں کیونکہ مجھے ڈر لگتا ہے، مجھے شرم آتی ہے، سب بچے کیا سوچتے ہوں گے کہ میرے ابو کیسے ہیں مگر مجھے یہ سب کہنا نہیں آتا تھا میں بس سوچتی تھی۔

میں جب بھی وہاں جاتی، امی سے چپک کر بیٹھی رہتی۔ نانی مجھے بسکٹ یا مٹھائی کا ایک ٹکڑا دے دیتیں جو واپسی تک میرے ہاتھ میں دبا ہی رہتا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آتا تھا میں اسے کیسے

کھاؤں یا شاید میں کمرے میں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھنے میں ہی اتنی مگن ہوتی تھی کہ میرا دھیان کھانے پر جاتا ہی نہیں تھا۔

پھر ایک بار جب ہم نانی کے گھر گئے تھے تو وہاں ایک عورت بیٹھی تھی بالکل امی جیسی تھی، پر اس کے کپڑے بہت خوبصورت تھے اور اس نے بہت سا زیور بھی پہنا ہوا تھا۔ امی نے بتایا کہ وہ عفی خالہ ہیں۔ وہ ملک سے باہر رہتی تھیں۔ اب پاکستان آ گئی تھیں۔ عفی خالہ نے امی سے گلے ملنے کے بعد مجھے گود میں اٹھا لیا تھا ار بہت بار میرا منہ چوما تھا۔ مجھے بہت ڈر لگا تھا۔ پہلی بار کسی نے میرا منہ چوما تھا اور مجھے گود میں اٹھایا تھا۔ حالانکہ مجھ پر کسی کو پیار نہیں آتا تھا۔ وہ مجھے اسی طرح گود میں لیے بیٹھی رہیں پھر ایک بہت پیارا سا بچہ کمرے میں آیا تھا۔ عفی خالہ نے اس سے میرا تعارف کروایا۔

یہ اسود ہے میرا بیٹا، کلاس ٹو میں پڑھتا ہے اور اسود یہ مہرین ہے تمہاری حبیبہ خالہ کی بیٹی۔

اسود نے مسکراتے ہو میری طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ مگر عفی خالہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔ اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا۔ میں گھبرا گئی تھی۔ اس کا ہاتھ اتنا سفید اور نرم تھا اور میرا اتنا سانولا اور پتلا سا۔ عفی خالہ نے مجھے نیچے اتارتے ہو کہا۔

اسود اسے ساتھ لے جاؤ اور جا کر کھیلو۔

اسود نے بلا تامل کے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے باہر لان میں لے گیا۔ میں کسی معمول کی طرح اس کے ساتھ باہر آ گئی۔ بڑے ماموں کی بیٹی عالیہ نے مجھے دیکھ کر کہا تھا۔

اب تم مہرین کو کھیلنے کے لئے لے آ ہو مگر ٹیم تو پوری ہے۔ میں اس کی بات پر بیحد شرمندہ ہوئی تھی۔

کوئی بات نہیں ہم کچھ اور کھیل لیتے ہیں۔ اسود نے بڑے اطمینان سے کہا تھا۔

نہیں ہم تو یہی کھیلیں گے اتنا مزا آ رہا ہے اور مہرین تو پہلے بھی کبھی نہیں کھیلتی۔

عالیہ نے کہا تھا میں نے اسود کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

مجھے کھیلنا نہیں آتا۔ مجھے نہیں کھیلنا۔

تم کھیلو گی تو کھیلنا آ گا، ایسے کیسے آ گا؟ اس نے مجھے کہا تھا مگر میں بھاگتی ہوئی اندر امی کے پاس چلی گئی تھی۔

یہ اسود سے میری پہلی ملاقات تھی۔ امی کے ساتھ گھر جانے کے بعد بھی مجھے وہ بہت دیر تک یاد آتا رہا۔ عفی خالہ نے مجھے ڈھیروں کھلونے اور کچھ چاکلیٹس اور سوئیٹس دی تھیں۔ گھر جا کر میں سارا دن ان کھلونوں سے کھیلتی رہی۔ میرے پاس چابی سے چلنے والا کوئی کھلونا نہیں تھا اور جو کھلونے تھے وہ بھی بہت سستے تھے۔ بہت دنوں تک میں گھر میں ہر آنے جانے والے کے سامنے وہ کھلونے لیے پھرتی عفی خالہ مجھے بہت اچھی لگنے لگی تھیں۔

پھر ان ہی دنوں ابو کی ڈیتھ ہو گئی تھی تب میں شاید سات سال کی تھی۔ جب ایک دن دوپہر کے وقت کچھ لوگ ابو کو ایک چارپائی پر ڈال کر لاتے تھے۔ ان کے سارے کپڑے کیچڑ سے

بھرے ہوتے اور ان کے بال بھی کیچڑ سے اٹے تھے۔ وہ نشہ کر کے کسی نالی میں گر گئے تھے اور پھر زیادہ مدہوش ہونے کی وجہ سے وہیں مر گئے تھے۔ گھر میں ایک دم کہرام مچ گیا تھا، میری دادی، پھوپھو، چچا اور امی سب دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے، مرنا کیا ہوتا ہے، مرنے اور سونے میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ابو سے بہت اجنبیت تھی وہ عام طور پر نشے میں ہوتے تھے، جب مدہوش ہوتے تھے تو گھر کے کسی کونے میں پڑے ہوتے تھے اور جب پرسکون حالت میں ہوتے تھے تو یا امی سے جھگڑتے تھے یا گھر کے کسی اور فرد سے، انہیں میرا خیال ہی نہیں آتا تھا۔

ان کا پیار بس یہ ہوتا تھا کہ کبھی کھانا کھاتے ہو یا کچھ اور کھاتے ہو وہ مجھے کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے اور میں اس پر ہی بہت خوش ہو جاتی تھی پر جب وہ لڑتے یا نشہ کر کے لیٹے ہوتے تو مجھے ان سے بہت ڈر لگتا تھا۔

ان کی موت پر بس مجھے یہ پتا تھا کہ وہ نالی میں گر کر مرے ہیں اور نالی گندی جگہ ہوتی ہے پھر وہ کیچڑ میں لتھڑے ہوتے تھے اور کیچڑ کوئی اچھی چیز تو نہیں ہوتا اور سب لوگ بھی بار بار یہ کہتے تھے کہ خدا ایسا موت سے بچا۔

میں اندر ایک کمرے میں جا کر بیڈ کے نیچے چھپ گئی تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ ننھیال سے سب آئیں گے تو وہ ابو کو دیکھ کر کیا کہیں گے کہ وہ کتنے گندے ہیں، میری کزنز میری مذاق اڑائیں گی، میں ان کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی پھر پتا نہیں کتنی دیر میں بیڈ کے نیچے رہی۔ میں وہاں سو گئی تھی۔ جب میں جاگی اور باہر نکلی تو شام ہو رہی تھی، ابو کو دفنایا جا چکا تھا۔ میں باہر آئی تو وہاں زیادہ لوگ نہیں تھے اور ابو بھی نہیں تھے۔ میرے ننھیال والے امی کے پاس بیٹھے تھے۔

میں خوش تھی کہ ابو وہاں نہیں ہیں اور انہوں نے ابو کو اس حالت میں نہیں دیکھا مگر پتا نہیں انہیں پھر بھی ان کے نالی میں گرنے کا کیسے پتا چل گیا تھا۔

ایک ماہ بعد امی مجھے لے کر ننھیال آ گئی تھی ہمیشہ کے لیے۔ میں پہلے سے بھی زیادہ ڈرنے لگی تھی ان سب سے، کئی دنوں تک سب ابو کا ذکر کرتے رہے ان کے جھگڑوں کا، ان کی بری عادات کا، ان کی موت کا اور نالی کا، نانی میرے امی سے کہا کرتی تھیں:

شکر کرو اللہ نے جان چھڑا دی ایسے شوہر کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

میرا دل چاہتا تھا میں بھی نظر اٹھا کر کسی کو نہ دیکھوں، مجھے سب سے بہت شرم محسوس ہوتی تھی۔

ننھیال آنے کے بعد امی نے میرا اسکول بدل دیا تھا، اب میں بھی اپنی کزنز کے ساتھ بہت بڑے اسکول میں جاتی تھی میرا پہلا چار کمرے کا اسکول اس اسکول کے ایک بلاک کے برابر بھی نہیں تھا۔ سب کچھ بہت ڈراؤنا لگتا تھا مجھے، یہاں کوئی بھی میرا دوست نہیں تھا۔

پھر کچھ ماہ بعد ایک دن امی مجھے عفی خالہ کے گھر لے گئی تھیں۔ اسود کا گھر تو نانی کے گھر سے بھی بڑا تھا۔ عفی خالہ نے مجھے دیکھ کر پھر اٹھا لیا تھا، وہ مجھے اندر لے گئی تھیں۔ پھر انہوں نے

اسود کو آواز دی تھی۔ میں ڈرائینگ روم میں آ کر اور بھی حیران ہوئی تھی، وہاں ایسی ایسی چیزیں تھیں جو میں نے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔ عفی خالہ نے مجھے صوفے پر بٹھا دیا تب ہی اسود اندر آیا تھا۔

دیکھو اسود مہرین آئی ہے تم اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ کھیلو اس کے ساتھ اور فریج سے چاکلیٹ نکال کر دو اسے۔

انہوں نے اسود سے کہا تھا۔ میں جانا نہیں چاہتی تھی مگر اسود مجھے زبردستی لے گیا تھا۔ اس کا کمرہ دیکھ کر میں دنگ رہ گئی تھی۔ وہاں اتنے کھلونے تھے کہ وہ کمرہ ایک۔۔۔ ٹوائے شاپ لگتا تھا۔ اس کے کمرے میں ٹی وی اور وی سی آر بھی تھا۔ وہ اس وقت ایک ویڈیو گیم کھیل رہا تھا۔ وہ مجھے بھی ٹی وی کے پاس لے گیا۔ میں ٹی وی اسکرین پر بھاگتے دوڑتے tutles کو دیکھ کر بہت حیران تھی۔

تمہیں گیم کھیلنی آتی ہے؟ اس نے کنٹرولر ہاتھ میں لیتے ہو پوچھا تھا۔

نہیں۔۔۔

میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے کھیلتا رہا میں کنٹرولر پر حرکت کرتی اس کی انگلیوں کو دیکھتی رہی۔ پھر اچانک اس نے کنٹرولر میرے ہاتھ میں تھما دیا۔

تم کھیلو ذرا یہ اتنا بھی مشکل نہیں ہے۔ میں گھبرا گئی تھی۔

نہیں مجھے کھیلنا نہیں آتا۔ میں خوفزدہ تھی کہ کسی بٹن کو پریس کرنے سے کہیں گیم خراب نہ ہو جا۔

بہت آسان ہے یہ، ایسے کھیلتے ہیں۔ اس نے کنٹرول پر ہاتھ چلا کر مجھے دکھایا تھا۔

لو اب تم کرو۔ میں نے جھجکتے ہو بٹن دبایا تھا، اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر گیم کھیلنا شروع کر دیا بالکل ویسے جیسے کوئی بچے کا ہاتھ پکڑ کر اسے لکھنا سکھاتا ہے۔ کچھ دیر تک میں ڈری رہی مگر وہ بڑی مہارت سے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹنوں کو آگے پیچھے کرتا رہا۔ اسکرین پر نمبر بڑھ رہے تھے۔ میں مسکرانے لگی تھی۔ شاید بہت عرصے کے بعد میں تب مسکرائی تھی۔

وہ گیم کھیلتے ہو چیخیں مارتا، اسکور کرنے پر منہ سے آوازیں نکالتا، نعرے لگاتا، چانس لوز کرنے پر خود کو ڈانٹتا، مجھے گیم سکھا رہا تھا۔ ایک گیم کھیلنے کے بعد اس نے مجھے کنٹرولر دے دیا تھا۔

اب تم خود کھیلو۔ اس نے مجھے کہا تھا۔ میں نے انکار کیے بغیر کنٹرولر تھام لیا۔ اس نے گیم اسٹارٹ کر دی پھر مجھے ہدایات دینے لگا میں اس کی ہدایات کے مطابق لرزتے ہاتھوں سے بٹن دباتی رہی۔ وہ میرے اور اپنے لیے کیا ٹرے میں کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے کر آیا۔ پہلی دفعہ مجھے کسی کے گھر کچھ کھاتے ہو جھجک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ میں اس سے باتیں کرتی رہی، بیکار، بےمعنی باتیں مگر وہ اسی طرح سنتا رہا جیسے وہ بہت کما کی گفتگو تھی۔ پھر وہ مجھے اپنے کھلونے دکھاتا رہا۔ اس رات وہاں سے واپسی پر میں بہت خوش تھی۔ میں نے

امی سے کہا تھا۔

امی پھر کب جائیں گے؟

اور پھر میں ان کے گھر جانے کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ ہم دونوں کھیلتے تھے، باتیں کرتے تھے۔ وہ میرے کہے بغیر کوئی بھی کھلونا اٹھا کر مجھے دے دیتا یا کہتا اچھا تم یہ کھیلنے کے لیے لے جاؤ۔ جب میں آؤں گا تو واپس لے جاؤں گا مگر وہ جب بھی آتا تو کبھی بھی اپنا کھلونا واپس لے کر نہیں جاتا بلکہ کہتا کہ میں نے اور لے لیا ہے اب وہ تم لے لو۔

رفتہ رفتہ میری الماری کھلونوں سے بھر گئی تھی۔ وہ جب بھی ننھیال آتا تو سب سے زیادہ میرے ساتھ کھیلتا اور اگر کبھی کوئی مجھے اپنے ساتھ کھلانے سے انکار کرتا تو وہ خود بھی کھیلنے سے انکار کر دیتا۔ میں اسے اپنی کاپیوں پر ٹیچرز کے دیے ہوا سٹارز دکھاتی تو وہ خود بھی اپنی جیب میں رکھے ہو پین سے ان پر اسٹارز بناتا یا ٹیچرز کے ریمارکس کے نیچے وہی ریمارکس لکھ دیتا۔

میں ہمیشہ اپنی چیزیں اسے دکھانے کے لیے اس کا انتظار کرتی رہتی۔ اپنے بیگ میں کچھ نہ کچھ سویٹس جمع کرتی رہتی کہ جب وہ آ گا تو مل کر کھائیں گے۔ پھر ہم دونوں مل کر وہ سویٹس اور دوسری چیزیں کھاتے مجھے بہت فخر محسوس ہوتا تھا کہ میں نے بھی اسے کچھ کھلایا ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم دونوں کی دوستی بہت مضبوط ہوتی گئی تھی۔ وہ بہت صاف گو، بہت سچا تھا۔ اسے جھوٹ اور منافقت سے نفرت تھی۔ مجھے باقی چیزوں کے ساتھ یہ بات بھی پسند تھی۔ میں اپنے جذبات اور احساسات کے بارے میں اس سے کبھی بات نہیں کرتی تھی۔ میں کبھی اسے اپنے کمپلیکسز کے بارے میں نہیں بتاتی تھی۔ کیونکہ میں شرمندہ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ مجھے لگتا تھا وہ مجھے بہت بہادر بہت مضبوط دیکھنا چاہتا ہے میں یہی ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ میں ایسی ہی ہوں۔

اب ہماری ملاقاتیں پہلے کی طرح زیادہ تو نہیں ہوتی تھیں مگر پھر بھی ہفتے میں ہم ایک بار تو مل ہی لیتے تھے۔ کبھی وہ یہاں آتا تھا کبھی میں ان کے گھر چلی جاتی تھی اور کبھی وہ فون کر لیا کرتا تھا۔ اب ہم کھلونوں سے نہیں کھیلتے تھے۔ اب ہم دوسری چیزوں کے بارے میں باتیں کرتے تھے، وہ اپنے پلان بتاتا رہتا تھا۔ مجھے اس سال یہ کرنا ہے، اس سال یہ اور اس سال یہ۔ اس کے پاس اپنے اگلے بیس سالوں کی پلاننگ موجود تھی۔ وہ اتنا ذہین تھا کہ مجھے اس پر رشک آتا تھا۔ ہر بات کا اسے پتا ہوتا تھا، ہر مسئلہ کا حل اس کے پاس ہوتا تھا۔ میرا دل چاہتا تھا میں ہر وقت اس کی باتیں سنتی رہوں۔ اس نے کبھی مجھے میری کم مائیگی کا احساس نہیں دلایا، کبھی یہ نہیں جتایا کہ میری شکل وصورت کتنی عام ہے یا یہ کہ مجھ میں کوئی بھی خاص بات نہیں ہے۔

وہ معمولی بات پر بھی میری تعریف کرتا تھا۔ ایسے کام کی بھی جس پر شاید کوئی بات کرنا بھی گوارا نہ کرتا۔ میرا دل چاہتا تھا میں اسے بتاؤں کہ میں اسکول میں کن کن چیزوں میں حصہ لیتی رہی ہوں، کون کون سے کام کرتی رہتی تھی مگر میں اسے کبھی بھی یہ بتانے کی ہمت نہیں کر پائی۔ وہ غیر نصابی سرگرمیوں میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا تھا اور مجھے لگتا تھا کہ شاید ان چیزوں میں میری

achievements کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دے گا سو میں نے کبھی اسے نہیں بتایا کہ میں شاعری کرتی ہوں یا تقریریں کرتی ہوں یا کمپیئر نگ کرتی ہوں، مجھے لگتا تھا وہ ہنس پڑے گا کبھی یقین نہیں کرے گا کہ میں بولنے والا کوئی کام بھی کرسکتی ہوں۔ کیونکہ وہ کہتا تھا:

تم بہت کم بولتی ہو حالانکہ زیادہ بولنا چاہیے کم از کم اتنا تو بولنا چاہیے کہ مقابل آپ کو جاہل نہ سمجھے۔

مگر پھر بھی ہم دونوں میں بہت اچھی دوستی تھی میرے علاوہ خاندان میں کسی کے ساتھ اس کی اتنی نہیں بنتی تھی، وہ جھگڑالو نہیں تھا مگر بڑا ہو کر کافی ریزرو ہو گیا تھا۔ مجھے بہت اچھا لگتا تھا کہ کوئی تو ہے جو خاندان میں صرف مجھے اہمیت دیتا ہے کسی اور کو نہیں جتی کی مشعل کو بھی نہیں۔

وہ ہر سال میری برتھ ڈے پر مجھے کارڈ اور تحفہ ضرور بھیجتا تھا اور یہ واحد کارڈ اور گفٹ ہوتا تھا جو مجھے ملتا تھا، میں نے کبھی بھی ان تحفے میں ملے ہو پرفیومز یا دوسری چیزوں کو استعمال نہیں کیا، مجھے ڈر لگتا تھا کہ کہیں وہ ختم نہ ہو جائیں اور میں انہیں ہمیشہ پاس رکھنا چاہتی تھی اور اب وہ باہر چلا گیا تھا۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ سب سے ملنے آیا تھا۔ مجھ سے بھی ملا تھا۔ میرا دل چاہا تھا میں رونے لگوں، پتا نہیں اب میں اسے کب دیکھوں گی، پتا نہیں اب یہ دوستی رہے گی بھی یا نہیں۔

اس نے مجھے کہا تھا کہ میں اسے خط لکھا کروں اور وہ بھی مجھے خط لکھے گا۔ لیکن خط لکھنے سے کیا ہوگا۔ میں اسے دیکھ تو نہیں سکوں گی نا اور نہ ہی اس سے بات کرسکوں گی۔ مجھے اپنا آپ بہت تنہا لگ رہا ہے۔ مجھے بہت رونا آ رہا ہے۔

20021983

آج اسکول میں میرا آخری دن تھا۔ اب میں پہلے کی طرح دوبارہ کبھی وہاں نہیں جا پاؤں گی۔ میں 8th کے بعد اس اسکول میں آئی تھی وہ بھی صرف اس لیے کیونکہ میں مشعل وغیرہ کی گاڑی میں ان کیساتھ اسکول جانا نہیں چاہتی تھی پھر مشعل بھی میری کلاس میں تھی۔ میں ہمیشہ اس خوف میں رہتی تھی کہ وہ میرے بارے میں کسی کو کچھ بتا نہ دے۔ میں کچھ بھی نہیں کر پائی تھی ٹیچر بھی مجھ پہ اتنی توجہ نہیں دیتے تھے۔ جتنی وہ مشعل پر دیتے تھے کیونکہ وہ بہت خوبصورت تھی۔ اتنی خوبصورت کہ مجھے لگتا اللہ نے دنیا میں اور کسی کو اتنا خوبصورت نہیں بنایا، پھر اس کے پاس جو چیز بھی ہوتی تھی وہ کلاس میں کسی کے پاس بھی نہیں ہوتی تھی۔

ماموں اور ممانی اس کے لیے بہت خوبصورت چیزیں لایا کرتے تھے۔ وہ پوری کلاس کو اپنی چیزیں دکھاتی رہتی تھی اور میں ڈرتی تھی کہ کہیں کوئی کلاس فیلو مجھ سے نہ پوچھ لے کہ وہ میری کزن ہے پھر میرے پاس ویسی چیزیں کیوں نہیں پھر اگر جھے چھٹی کے وقت گیٹ پر آنے میں ذرا بھی دیر ہو جاتی تو سب مجھے بری طرح جھڑکتے تھے۔ ڈرائیور بھی، گھر آ کر ڈانٹ الگ پڑتی تھی کبھی نانی سے کبھی ممانی سے۔

مشعل کی بات پر سب ایک لمحے کا انتظار کیے بغیر یقین کر لیتے تھے۔ حالانکہ وہ بہت جھوٹ بولتی ہے مگر وہ اتنی خوبصورت، اتنی معصوم ہے کہ ہر شخص فوراً اس پر یقین کر لیتا ہے اور میں اگر چیخ چیخ کر بھی سچ کہوں تو کسی کو یقین نہیں آتا، میری ٹیچر کو بھی نہیں آیا تھا جب ایک دن کلاس کے دروازے کے پاس رکھا ہوا گملا مشعل سے ٹوٹ گیا تھا۔

ہم لوگ اس روز سب سے پہلے آئے تھے۔ مشعل مجھ سے آگے چل رہی تھی کلاس میں داخل ہوتے ہوا چانک اس کے بازو سے بیگ سیدھا گملے پر گرا تھا۔ اور گملا زمین پر گر گیا تھا اس نے فوراً بیٹھ کر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی مگر وہ ایک کنارے سے ٹوٹ چکا تھا۔ مشعل نے میری طرف دیکھا میں خاموشی سے اندر چلی گئی وہ بھی اندر آ گئی۔

ٹیچر بیل بجنے پر اندر آئی تھیں اور انہوں نے آتے ہی گملے کے بارے میں پوچھا تھا۔ کلاس میں خاموشی رہی تھی۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ گملا کس نے توڑا ہے۔ سوا میرے اور مشعل کے، ٹیچر نے دوبارہ کہا تھا۔

میں آپ سے پوچھ رہی ہوں کہ یہ گملا کس نے توڑا ہے؟ یک دم میں نے سچ بولنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹیچر یہ مشعل کا بیگ گرنے کی وجہ سے ٹوٹا ہے۔

مشعل نے میرے جملے پر مڑ کر مجھے دیکھا تھا۔

تم جھوٹ بول رہی ہو، یہ گملا میں نے نہیں توڑا، اگر مجھ سے ٹوٹتا تو میں بتا دیتی۔

اس نے مجھے کہا تھا۔ مگر اس وقت مجھے شدید صدمہ ہوا تھا جب ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر ٹیچر نے کہا تھا۔

مہرین اپ کو شرم آنی چاہیے۔ آپ جھوٹ بول رہی ہیں۔ وہ بھی اپنی کزن کے بارے میں، آپ کی سزا یہ ہے کہ آپ میرے پیریڈ میں کھڑی رہیں۔

میں ایک لفظ بھی اپنی صفائی میں نہیں کہہ سکی تھی۔ وہ چالیس منٹ میرے لیے بہت انسلٹنگ تھے۔ میں اگلے کئی دن اپنی کلاس فیلوز اور مشعل سے نظریں چراتی پھری۔

مشعل نے گھر آ کر ممانی کو بھی یہ بات بتائی تھی اور ممانی کے ساتھ ساتھ ماموں نے بھی مجھے جھڑکا تھا اور رہی سہی کسر نانی نے پوری کر دی تھی۔

میرا دل اس اسکول سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ میں وہاں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہاں میری شناخت مشعل کی کزن کی حیثیت سے ہوتی تھی، خوبصورت مشعل کی عام صورت کی کزن اور 8th کلاس کا امتحان پاس کرنے کے بعد میں نے نانی سے کہا تھا کہ مجھے اس اسکول میں نہیں پڑھنا۔ مجھے چاہے کسی گورنمنٹ اسکول میں داخل کروا دیں مگر میرا اسکول بدل دیں میری خواہش بہت آرام سے پوری کر دی گئی۔ مشعل کی امی پہلے ہی چاہتی تھی کہ مجھے لانے اور لے جانے کی ذمہ داری سے ان کی جان چھوٹ جا، سو انہوں نے اس خواہش کی تکمیل میں اہم رول ادا کیا تھا۔

امی نے پتا چلنے پر مجھے ڈانٹا تھا مگر مجھے ان کی پروا نہیں تھی۔ وہ میرا مسئلہ نہیں سمجھ سکتی

تھیں۔ مجھے لانے لے جانے کے لیے ایک وین لگا دی گئی تھی اور ایک گورنمنٹ اسکول میں میرا داخلہ کروا دیا گیا لیکن میں بیحد خوش تھی یوں لگتا تھا جیسے میں ایک قید خانے سے چھوٹ کر آئی تھی۔ یہاں میری جیسی لڑکیاں تھیں، ان کے گھروں میں بھی ویسے ہی مسائل تھے جیسے میرے گھر میں تھے، یہاں مجھے خوبصوت لڑکیوں سے ڈر نہیں لگتا تھا، یہاں کوئی مشعل نہیں تھی۔ میں اسٹڈیز میں اچھی تھی اور بہت جلد اپنی اہمیت منوالی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ میں نے غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ اپنا پہلا ہی تقریری مقابلہ میں نے جیت لیا تھا پھر میں نے ہر چیز میں حصہ لینا شروع کر دیا اور جس چیز میں حصہ لیتی تھی اس میں باقی لڑکیاں حصہ لینے سے گھبراتی تھیں اگر وہ مقابلہ کرتیں بھی تو دوسری یا تیسری پوزیشن کے لیے۔

میں اسکول میں لائیم لائیٹ رہتی تھی۔ وہ اہمیت ملی تھی یہاں مجھے جو پہلے کبھی نہیں ملی تھی۔ لڑکیاں مجھ سے دوستی کرنے کے لیے بیتاب رہتی تھیں۔ بعض کلاسز کی لڑکیاں مجھے عشقیہ خط لکھا کرتی تھیں۔ بعض مجھے تحفے بھیجا کرتی تھیں۔ ٹیچرز کے لیے میری بات حرف آخر ہوتی تھی آدھا اسکول مجھ سے خائف تھا اور باقی آدھا میرا فین۔ یہی وجہ تھی کہ آج ہیڈ مسٹریس نے الوداعی تقریب میں خاص طور پر میرے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔ بیتحاشا لڑکیاں مجھ سے ملتے ہو رو رہی تھیں ان میں چھوٹی کلاسز کی لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔

میں آج کچھ اداس تو ہوں مگر مجھے پتا ہے اب مجھے آگے کیا کرنا ہے۔ مجھے آگے کالج کی دنیا فتح کرنی ہے۔ میں چاہتی ہوں جب میں کالج چھوڑوں تو وہاں کے لوگ بھی ایسے ہی مجھے یاد کریں۔ انہیں یاد رہے کہ ہاں کسی زمانے میں یہاں ایک مہرین منصور ہوتی تھی اور مجھے اب اسی کالج میں جانا ہے جہاں مشعل جا گی۔ پہلے میں اس کا سامنا کرنے سے
گھبراتی تھی مگر اب مجھے اس کا سامنا کرنا ہے۔ مجھے اسے بتانا ہے کہ میں مہرین منصور اس جیسی شکل وصورت نہ رکھنے کے باوجود کچھ ہوں، اس سے بہتر نہ سہی اس سے بدتر بھی نہیں ہوں۔

12121984

آج ایک طویل عرصے کے بعد اسود سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن یہ ملاقات ویسی نہیں تھی جیسی پہلے ہوتی تھی۔ وہ بہت بدل چکا تھا بلکہ مکمل بدل چکا ہے اس کی آنکھوں میں میرے لیے وہ نرمی وہ انس نہیں رہا جس سے میں آشنا تھی۔ شاید اس لیے کہ اب میرے بارے میں اس کی را بدل چکی ہے اور شاید ترجیحات بھی
میری جگہ اب مشعل نے لے لی ہے۔ ہمیشہ کی طرح یہاں بھی اس نے مجھے replace کر دیا ہے۔ کافی مشکل ہوتا ہے کسی ایسے بندے کے سامنے بیٹھ کر بات کرنا جس کے بارے میں آپ جانتے ہوں کہ وہ آپ کے بارے میں اچھے خیالات نہیں رکھتا جو شاید آپ سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتا مگر اخلاقیات کے ہاتھوں مجبور ہے مگر مجھے اسود علی سے پھر بھی نفرت نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ بندہ ہے جس نے مجھے خوف کے کنوئیں سے نکالا تھا۔

میں مہرین منصور جو کسی کے ایک بار بیاعتنائی دکھانے پر دوبارہ اس کی طرف دیکھنا پسند نہیں کرتی، میں اب بھی اس کی عزت کرتی ہوں، آج میں عفی خالہ کی طرف گئی تھی اور وہاں وہ تھا، خالہ گھر پر نہیں تھیں۔ میں واپس جانے کی بجالاؤنج میں بیٹھ گئی تھی۔ تبھی وہ مشعل کے ساتھ اندر آیا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔

کیسی ہو مہرین؟ اس نے بہت سرسری انداز میں پوچھا تھا۔

ٹھیک ہوں، میں خالہ سے ملنے آئی تھی۔

وہ مارکیٹ گئی ہیں بس آنے والی ہیں تم انتظار کر لو۔ آؤ مشعل۔ اس نے میری بات کا جواب دے کر مشعل کو مخاطب کیا تھا۔

ہاں چلو ارے مہرین آؤ نا تم بھی یہاں تنہا بیٹھ کر کیا کرو گی آ جاؤ تم بھی۔ مشعل نے مجھے کہا تھا، اسود کے سامنے وہ مجھے اس طرح مخاطب کرتی تھی جیسے میں اس کی بہترین دوست ہوں اور ویسے کئی کئی ماہ ہم دونوں آپس میں بات نہیں کرتے تھے اگر بات کرتے بھی تو وہ کوئی اتنی خوشگوار نہیں ہوتی تھی۔

نو تھینک یو۔ میں نے انکار کر دیا۔ وہ دونوں اندر کی طرف چلے گئے میں ان کی پشت کو دیکھتی رہی۔ چند سال پہلے تک وہ صرف مجھے اس طرح اپنے کمرے میں لے جایا کرتا تھا اور اب میں کہیں بھی نہیں تھی۔ زندگی کوئی تقریری مقابلہ نہیں ہے جسے میں اپنے الفاظ اور بیان سے جیت لوں اور کسی ہتھیار کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ میں وہاں سے آ گئی تھی خالہ سے ملے بغیر،

جانتی تھی اب چند دن مشعل بات بے بات میرے سامنے قہقہے لگاتی پھرے گی اور سب سمجھیں گے کہ وہ آج کل موڈ میں ہے مگر اس کا یہ اچھا موڈ کس چیز کا مرہون منت ہوگا یہ صرف میں جانتی ہوں۔ مجھ سے کچھ چھیننا بہت اچھا لگتا ہے اسے، چاہے وہ کسی کی توجہ ہی کیوں نہ ہو اور سب لوگ سمجھتے ہیں وہ بہت مہربان، بہت فیاض بہت ایثار پسند ہے۔ شاید باقی سب کے لیے وہ ایسی ہی ہے مگر اس کی ساری کمینگی میرے لیے ہے، صرف میرے لیے اور نانی کہتی ہیں:

تم سو بار بھی پیدا ہو جاؤ تو مشعل کی طرح نہیں ہو سکتیں۔

ہاں میں اس کی طرح نہیں ہو سکتی نہ آج نہ آئندہ نہ کبھی۔

10111986

کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ لوگوں کو مجھ میں کیا نظر آتا ہے جس سے وہ متاثر ہو جاتے ہیں؟ کیوں لوگ مجھ سے ایک بار ملنے کے بعد بار بار ملنا چاہتے ہیں۔ میں جب بھی اندازہ لگانے کی کوشش کرتی ہوں میں ناکام ہو جاتی ہوں۔

کتنے مزے کی بات ہے مجھے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے بناؤ سنگھار کا سہارا لینا پڑتا ہے نہ اداؤں کے تیر چلانے پڑتے ہیں۔ میں صرف بولتی ہوں اور وہ کروالیتی ہوں جو میں چاہتی ہوں۔

آج منسٹر آف انفارمیشن انوائیٹڈ تھے۔ کالج میں گورنمنٹ کے انڈر کنٹرول

میڈیا یوتھ کے لیے کام کررہا ہے۔ یہ مذاکرے کا موضوع تھا اور منسٹر صاحب کی زبردست کھنچائی ہوئی تھی۔ آدمی ذہین اور پڑھے لکھے ہیں مگر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی نااہلی کو کسی طور بھی وہ خوبصورت الفاظ کے الٹ پھیر میں نہیں چھپا سکے تھے۔

مذاکرے کے اختتام پر گروپ فوٹو کے لیے سب مہمان اور شرکا اکٹھے ہوتے تھے۔ میں نے تصاویر لیے جانے کے بعد منسٹر صاحب سے آٹوگراف کے لیے درخواست کی تھی مگر انہوں نے ہنستے ہوا اپنا والٹ نکالا اور اس میں سے ایک چھوٹی سی ڈائری کھول کر میری طرف بڑھاتے ہو کہا۔

آٹوگراف تو آپ سے لینے چاہئیں۔

میں نے بلا تامل ڈائری تھام لی۔ اپنے سائن کرنے کے بعد میں نے لکھا تھا۔

weak has which class a to belongs who minister sir for memory.

پھر میں نے ڈائری ان کی طرف بڑھادی۔ وہ میری تحریر پڑھ کر بہت خوبصورت انداز میں ہنسے تھے۔

پھر انہوں نے میری اٹوگراف بک لی تھی اور مسکراتے ہو کچھ تحریر کر کے میری طرف بڑھایا تھا۔ میں نے آٹوگراف بک لیلی تو انہوں نے اپنا ایک وزیٹنگ کارڈ میری طرف بڑھادیا۔

جب بھی آپ کو میری مدد کی ضرورت ہو بلاتکلف آجایئے گا۔ انہوں نے کارڈ میری طرف بڑھاتے ہو کہا۔ میں نے کارڈ لیے بغیر اطمینان سے ان سے کہا:

سر آپ کو کیا لگتا ہے کہ مجھے کبھی آپ کی مدد کی ضرورت پڑسکتی ہے؟

نہیں، لیکن ہوسکتا ہے کبھی مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑ جا۔

انہوں نے برجستہ کہا تھا میں مسکرائی۔

تو سر پھر تو آپ کو میرا وزیٹنگ کارڈ مانگنا چاہیے مگر چونکہ میں ابھی بڑے لوگوں کی فہرست میں نہیں آئی اس لیے میرا کوئی وزیٹنگ کارڈ نہیں ہے۔ بہرحال شکریہ مجھے وزیٹنگ کارڈ کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر مجھے کبھی آپ کی مدد کی ضرورت ہوئی تو میں فون کرلوں گی کیا

آپ میرا کام ایک فون پر نہیں کردیں گے۔

وہ اس پر ایک بار پھر کھلکھلا کر ہنسے۔ پھر میری آٹوگراف بک لے کر انہوں نے اس پر اپنا فون نمبر تحریر کردیا۔

آپ یقین رکھیں آپ کا کام ایک فون کال پر ہی ہوجا گا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔ ان کے جانے کے بعد مجھے مختلف لڑکیوں نے گھیر لیا تھا۔ وقتاً فوقتاً ٹیچرز بھی مجھے مبارکباد دینے آرہی تھیں۔

میرے لیے یہ ہنگامہ نیا نہیں تھا۔ ہر فنکشن کے بعد ایسا ہی ہوتا تھا۔ مبارکبادیں، تعریفیں، تالیاں۔ یہ سب چیزیں اب میری زندگی کا ایک حصہ بن چکی تھیں۔ اپنی فرینڈز کے

ساتھ جب میں کچھ کھانے پینے کے لیے کیفے ٹیریا جا کر بیٹھی تھی تو مجھے آٹو گراف بک کا خیال آیا تھا۔میں نے اسے کھولا۔

good any require not dose who mansoor mehreen for
win.todestinedisshesuccessful,betowishes

میرے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔اچھے ریمارکس تھے۔میں نے آٹو گراف بک اپنی فرینڈز کی طرف بڑھا دی وہ بھی اسے پڑھ کر مسکرائی تھیں۔

تمہارے لیے نیا کیا ہے اس میں یار ایسے ریمارکس تو تمہیں ملتے ہی رہتے ہیں۔

سارہ نے آٹو گراف بک بند کر کے میری طرف بڑھائی تھی۔میں کوک کے سپ لیتی رہی۔مجھے مشعل نظر آئی تھی کیفے ٹیریا میں۔اس نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا، پتا نہیں کیوں میں اس پر نظریں جما رہی۔وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک خالی ٹیبل پر اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھ گئی۔میں اسے دیکھتی رہی، اس نے بھی بیٹھنے کے بعد ایک بار پھر میری طرف دیکھا تھا مگر مجھے پہلے سے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر اس نے نظر ہٹا لی۔

کھاؤ یار یہ سینڈوچ ختم کرو کہاں گم ہو؟ رخشی نے پلیٹ میرے آگے سرکائی تھی۔میں نے سینڈوچ اٹھا کر کھاتے ہو دوبارہ مشعل کو دیکھنا شروع کر دیا۔مجھے لگا جیسے وہ نروس ہو گئی تھی شاید میرے اس طرح دیکھنے سے۔

ایسا ہی ہوتا تھا کالج میں جب بھی کہیں وہ ملتی میں اسے دیکھنا شروع کر دیتی تھی اور وہ نروس ہو جاتی تھی۔مجھے صرف پانچ گھنٹے کی زندگی ملتی تھی ہر روز پانچ گھنٹے کے لیے میں زندہ ہوتی تھی۔جب میں کالج میں ہوتی تھی، کیونکہ یہاں پر مہرین منصور کو بہت لوگ جانتے تھے اور جو نہیں جانتے تھے، وہ جاننا چاہتے تھے، بات کرنا چاہتے تھے اور جب میں گھر پر ہوتی تو میں کچھ بھی نہیں ہوتی تھی۔دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والی ایک یتیم لڑکی جو مشعل کے باپ، چچاؤں اور دادی کے گھر پناہ لی ہوئی تھی۔

گھر میں سب مشعل کو جانتے تھے اسی سے بات کرنا چاہتے تھے۔وہاں مہرین سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا نہ اس سے ملنا پسند کرتا تھا اور اگر کبھی وہ مہرین کے بارے میں بات کرتے تھے تو وہ بھی اس کے ماضی کے حوالوں سے۔اس کے باپ کے سابقے کے ساتھ۔گندی نالی میں مرنے والے نشئی کی بیٹی جسے کچھ عظیم لوگوں نے ترس کھا کر سہارا دے دیا تھا اس پر کرم کر دیا تھا اور ان عظیم لوگوں میں وہ بھی شامل تھی مشعل اکبر۔

اسے بہت شوق تھا۔نشے کے عادی لوگوں کے بارے میں بات کرنے کا۔یہ بتانے کا کہ ایسے لوگ کتنے گھٹیا اور غلیظ ہوتے ہیں۔ان کے لیے کیا سزائیں ہونی چاہئیں۔ایسے لوگ نسانیت کے نام پر کتنا بڑا دھبہ ہوتے ہیں۔مکروہ لوگ جن کا مرنا ان کے جینے سے بہتر ہوتا ہے۔وہ اکثر گھر میں یہ گفتگو کرتی رہتی تھی خاص طور پر تب جب میں کالج میں کوئی مقابلہ جیتتی تھی۔تب وہ گھر پر میرا استقبال اسی قسم کی گفتگو سے کرتی تھی۔وہ یہ ذکر شروع کرتی تھی اور بات چلتے چلتے میرے باپ کے تذکرے اور مثالوں پر آ جاتی تھی۔وہی نشئی، وہی نالی، وہی

کیچڑ۔

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے میں پوری دنیا کو آگ لگا دوں۔ میرا ماضی، میرا خاندان، میرا باپ یہ سب حوالے کیوں ضروری ہیں میری پہچان کے لیے؟ میں ان کے بغیر بھی کچھ ہوں وہ سب یہ کیوں نہیں مان لیتے۔ مجھے وہ بار بار میرا باپ کیوں یاد دلاتے رہتے ہیں۔ مجھے وہ بھولا ہی کب ہے۔ میرے ذہن سے کیچڑ میں لتھڑی ہوئی وہ لاش کب فراموش ہوئی ہے۔ اگر وہ لاش میرے باپ کی تھی تو اس میں میرا کیا قصور تھا؟ کیا میں نے خود اسے چنا تھا؟

اگر وہ نشہ کرتا تھا تو کیا یہ میری غلطی تھی؟ اگر مشعل کا باپ نشہ نہیں کرتا تھا تو اس میں اس کا کیا کمال تھا؟ وہ میری جگہ پر بھی تو ہو سکتی تھی، پھر وہ کیا کرتی۔ تب اس کی خوبصورتی بھی اس کے کسی کام نہ آتی۔ جیسے میری کوئی خوبی ان کا منہ بند نہیں رکھ سکتی۔ میری ذہانت، قابلیت، صلاحیتیں مل کر ایک بہت بڑا زیرو بن جاتی ہیں۔

چودہ سال پہلے کا وہ واقعہ لوگوں کے ذہن پر ایسے نقش ہے کہ ان کے دل میں میرے لیے جگہ ہی نہیں بنتی۔ میں اسی لیے نانی کے پاس نہیں بیٹھتی۔ ان کے پاس میرے لیے لفظ نہیں خنجر ہوتے ہیں پھر وہ چاہتی ہیں کہ جب وہ یہ خنجر میرے جسم میں اتاریں تو میں آہ تک نہ کروں۔ وہ بھی مجھے اچھی نہیں لگتیں، وہ سب کے لیے اچھی ہیں بس میرے لیے نہیں، انہیں ہر وقت یہ زعم رہتا ہے کہ انہوں نے مجھے پال کر اپنی عاقبت سنوار لی ہے۔

کون ہے جو اس دور میں کسی بیسہارا کو سہارا دیتا ہے۔ اے بی بی شکر کرو خدا کا اور احسان مانتی رہا کرو میری اس نیک اولاد کا جنہوں نے تمہیں اپنی اولاد کی طرح پالا ورنہ پتا نہیں اپنے باپ کی طرح تم کہاں کہاں رلتی رہتیں۔

کیا احسان کیا ہے آپ نے اور آپ کی اولاد نے مجھ پر؟ میں نیا نہیں کہا تھا مجھے یہاں لا کر پالیں؟ آپ اپنی مرضی سے لاتے پھر میری ماں کی شادی کر دی اور مجھے یہاں رکھ لیا۔ جانے دیتے مجھے میری ماں کے ساتھ، احسانوں کے جتنے تذکرے یہاں سنتی ہوں وہاں بھی سن لیتی۔ مگر آپ کو اپنی دریا دلی اور ایثار دکھانے کے لیے ایک زندہ مثال چاہیے تھی سو آپ مجھے کیسے جانے دیتے؟

یہ جو اتنے سالوں میں اپ نے اپنا نام بنا لیا ہے۔ لوگوں کو بتا کر کہ آپ نے کیسی خدا ترسی دکھائی ہے کہ ایک یتیم بچی کو پالا ہے وہ نام کیسے گنوا دیتے؟ اپنی نیک نامی اور خدا ترسی کی یہ مفت کی پبلسٹی آپ کیسے اپنے ہی ہاتھوں سے کھو دیتے؟ بہت کمال کیا آپ نے مجھے پال کر، بہت احسان کیا۔ ایسا کارنامہ تو دنیا میں اور کوئی نہیں کرتا۔ نہ پہلے کبھی کسی نے ایسا کچھ کیا نہ آئندہ ایسا کچھ کرے گا۔ آپ کے گھر کے ہر فرد کو تو نوبل پرائز ملنا چاہیے۔

بلکہ خدا ترسی کی یہ داستان میری تصویر کیساتھ ایک کتبے پر کندہ کر کے باہر گیٹ پر لگا دیں۔

آج میں پھر نانی سے الجھ پڑی تھی۔ جو ایک معمولی سی بات پر مجھے پھر احسان یاد دلانے بیٹھ گئیں۔

نہ تمہاری شکل اچھی ہے نہ زبان۔انہوں نے پھر ایک طعنہ دیا تھا۔میں ہنس پڑی۔

ہاں کچھ لوگوں کی شکل اچھی اور زبان خوفناک ہوتی ہے اور کچھ کا دل اور دماغ۔وہ میری بات پر سلگ اٹھی تھیں۔

مشعل کو دیکھو اور خود کو دیکھو، وہ کیا ہے اور تم کیا ہو؟ کوئی ایک خوبی نہیں تم میں جسے تم گنوا سکو۔انہوں نے پھر مشعل کی مثال پیش کی تھی۔

مشعل کی کیا بات ہے وہ بہت عظیم ہے۔میرا اور اس کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے پھر ایسے موازنے نہ کریں۔میں پہلے ہی بہت متاثر ہوں اس سے اور کتنا متاثر ہوں؟

میں یہ کہہ کر اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔وہی مشعل، وہی مقابلے، وہی موازنے، میرے لیے عذاب کوئی ایک نہیں ہے۔

04031987

آج بہت عجیب بات ہوئی تھی۔کالج سے چھٹی ہونے پر میں سارہ کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف جا رہی تھی۔وہی مجھے کالج پک اینڈ ڈراپ کیا کرتی تھی۔کالج کے کار کی پارکنگ تک ہم ابھی پہنچے تھے کہ سترہ اٹھارہ سال کی ایک بہت خوبصورت سی لڑکی میرا راستہ روک کر کھڑی ہو گئی تھی۔اس طرح روکے جانے پر مجھے حیرت نہیں ہوئی تھی۔لڑکیاں اکثر مجھے روک کر باتیں کیا کرتی تھیں۔

مہرین میرا نام لینا ہے، مجھے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔

ٹھیک ہے کریں۔میں نے مسکراتے ہوا سے کہا تھا۔

نہیں مجھے یہاں نہیں کرنی آپ میرے ساتھ میرے گھر چلیں۔

دیکھیں لینا میں کسی کے گھر نہیں جاتی۔پھر آپ سے تو ویسے بھی میں پہلی بار ملی ہوں۔

میں نے اسے نرمی سے سمجھایا تھا۔

ٹھیک ہے آپ میرے گھر نہ آئیں، میرے ساتھ آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دوں گی۔

تھینک یو لیکن میں کسی سے لفٹ نہیں لیتی۔وہ کچھ مایوس ہوئی تھی۔

مہرین آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں۔آپ میرا آئیڈیل ہیں۔میں آپ کو اپنی دوست بنانا چاہتی ہوں۔

اس نے گھبرا ہو لہجہ میں کہا تھا۔ایسا مطالبہ بھی میرے لیے نیا نہیں تھا۔لمبی سانس لے کر میں نے اس سے کہا تھا۔

آپ سمجھ لیں کہ آج سے آپ میری دوست ہیں۔

میں نے وہی فقرہ دہرایا تھا جو میں اکثر ایسی صورتحال میں کہتی تھی اور اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔مگر اس نے مجھ سے ہاتھ ملانے کی بجا یک دم رونا شروع کر دیا۔

نہیں آپ یہ بات سب سے کہتی ہیں مگر میں آپ کی بیسٹ فرینڈ بننا چاہتی ہوں۔میرا کوئی دوست نہیں ہے آپ کو نہیں پتا میں آپ سے کتنی محبت کرتی ہوں، میں ساری رات آپ

کے بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ میرے کانوں میں ہر وقت آپ کی آواز گونجتی رہتی ہے۔

میرے پاس سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی تصویریں ہیں۔ ہر فنکشن میں میں صرف آپ کی تصویریں بنانے کے لیے کیمرہ لاتی ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے میں ہر وقت آپ سے باتیں کرتی رہوں۔ میں کالج بھی صرف آپ کے لیے آتی ہوں۔

میں اس کی باتوں سے زیادہ اس کے رونے پر چکرا گئی تھی۔ اسے چپ کروانے کی کوشش کرتے ہو میں نے کہا:

اچھا لینا دیکھو اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتی ہو تو چپ ہو جاؤ۔

میری بات پر واقعی اس کے بہتے آنسو تھمنے لگے تھے۔

ٹھیک ہے میں تمہاری دوست بن جاتی ہوں۔ ہم روز ملا کریں گے۔ کبھی تم میرے پاس آ جانا کبھی میں تمہارے پاس آ جایا کروں گی اور اب یہ نہ سمجھا کہ یہ میں سب سے ہی کہتی ہوں۔ مجھے واقعی تم اچھی لگی ہو۔

اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرانے لگی تھی۔ اس نے ہاتھ ملا کر میرا شکریہ ادا کیا۔

اب میں جاؤں مجھے دیر ہوگئی ہے۔ میں نے اس سے اجازت طلب کی تھی۔

sureoh وہ کہہ کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

اف یہ تمہارے فین بھی کیا چیز ہوتے ہیں۔

سارہ نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہو کہا۔

کس کس کو شکار کرو گی ظالم؟ میں اب بھی چپ رہی تھی۔ پتا نہیں لینا کے بہتے آنسو دیکھ کر مجھے کیوں اتنی تکلیف ہوئی تھی۔ اس کے نزدیک میں آئیڈیل تھی میں مہرین منصور اور جو کبھی وہ مشعل سے مل لیتی تو پھر میں اس کے نزدیک آئیڈیل نہ رہتی پھر میں شاید اس کے نزدیک کچھ بھی نہ رہتی۔

پتا ہے میں جب گھر میں بھائی کو تمہارے مداحوں کی حالت زار کے بارے میں بتاتی ہوں تو انہیں یقین نہیں آتا کہ کوئی لڑکی بھی لوگوں کو اس طرح پاگل بنا سکتی ہے۔ مگر میں انہیں کہتی ہوں جناب یہ کوئی لڑکی نہیں ہے یہ مہرین منصور ہے جسے لوگوں کے دلوں کو جیتنا آتا ہے۔ اس کی آواز میں بھی میری ذات پر فخر موجود تھا۔ اسے بھی لگتا تھا کہ میں بہت perfect ہوں۔

تم کیوں مذاق اڑاتی ہو ان لوگوں کا۔ یہ اس لیے نہیں کہ تم اور تمہارا بھائی انہیں گوسپ کا موضوع سمجھیں۔

میں نے کچھ خفگی سے اسے ڈانٹا تھا۔

اوہ یار کبھی انجوا بھی کیا کرو ان باتوں کو، ان لوگوں کو، ہر وقت اتنی loyalty اچھی نہیں ہوتی۔ مانا کہ تم بہت مخلص، بہت نرم دل، بہت اچھی ہو مگر زندگی میں ہر شخص، ہر بات، ہر کام اتنی سنجیدگی سے لینے والا نہیں ہوتا۔ اس نے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے ہو کہا۔

بہت فضول اور بیکار نصیحت ہے۔ یہ میں یقین دلاتی ہوں کہ کبھی بھی اس پر عمل نہیں کروں گی۔

میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکاتے ہو کہا۔

میں نے کب یہ سوچا ہے کہ محترمہ میری باتوں پر عمل کریں گی۔ جانتی ہوں آپ کی اپنی values ہیں اور آپ وہی کرتی ہیں جو سوچتی ہیں۔ ہم پھر بھی بکتے رہتے ہیں کہ چلو شاید کبھی کوئی اور ہی اس پر عمل کرلے۔ میں خاموش رہی۔

پھر میں نہیں آ رہی ہوں صبح، لیلیٰ کو میں نے کہہ دیا ہے وہ تمہیں پک کرلے گی۔

اس نے گھر کے آگے گاڑی روکتے ہو کہا۔

نہیں یار لیلیٰ کو کیوں کہا ہے وہ تو ہمیشہ لیٹ آتی ہے میں خود چلی جاؤں گی۔ کبھی کبھی بندے کو اپنے وسائل بھی استعمال کرنے چاہئیں۔

ارے لیلیٰ کو میں نے کب کہا ہے وہ تو میں اسے بتا رہی تھی کہ میں کل کالج نہیں آ رہی تو اس نے خود ہی کہا تھا کہ سارہ پھر مہرین کو میں پک کرلوں گی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ تم بی بی اپنے بناؤ سنگھار سے فرصت پا کر بہت لیٹ گھر سے روانہ ہوتی ہو اور مس مہرین منصور اس قسم کی بیپر وائی پسند نہیں کرتیں مگر اس نے کہا تھا کہ کم از کم وہ صبح بالکل ٹھیک وقت پر پہنچے گی۔ میں ایک دفعہ پھر فون کر کے اس کی ٹائمنگ کنفرم کرلوں گی ورنہ پھر میں صبح ڈرائیور کو بھیج دوں گی۔

اس نے خود ہی سارا پروگرام سیٹ کر دیا تھا۔

نہیں سارہ اب تم اس قسم کے تکلفات میں مت پڑو، میں آ جاؤں گی صبح، ایک دن ہی کی تو بات ہے۔ میں نے گاڑی سے اترتے ہو کہا تھا۔ تکلفات میں تم پڑ رہی ہو اگر مجھے یہ سب کرتے ہو کوئی تکلیف نہیں ہو رہی تو تمہیں کیوں ہو رہی ہے۔ خدا حافظ۔ وہ گاڑی اڑاتے ہو لے گئی۔ میں کچھ دیر تک دور جاتی ہوئی گاڑی کو دیکھتی رہی۔

میری فرینڈز ایسی ہی تھیں انہیں مجھ سے زیادہ میری پروا ہوتی تھی۔ میری ذمہ داریوں کو وہ خود ہی آپس میں بانٹتی رہتی تھیں۔ عام طور پر سارہ مجھے پک اور ڈراپ کیا کرتی تھی مگر کبھی جب اس کو نہیں آنا ہوتا تو وہ خود ہی یہ ذمہ داری کسی کو سونپ دیا کرتی تھی اور مجھے انفارم کر دیا کرتی تھی۔ میں اخبار میں جتنے بھی آرٹیکلز لکھتی تھی، رخشی اس کی پروف ریڈنگ کا کام کر دیتی تھی۔ وہ کمپیوٹر پر ان کا پرنٹ تیار کرتی اور پھر انہیں پوسٹ کر دیا کرتی تھی۔ اخبارات سے ان آرٹیکلز سے ملنے والی رقم اسی کے پتے پر آتی تھی اور میری باقی ڈاک بھی وہیں آتی ہے۔

لیلیٰ فنکشنز کے لیے میرا لباس اور دوسرے لوازمات کا انتخاب کیا کرتی تھی۔ اس کی چوائس بہت اعلیٰ ہوتی تھی۔ وہی ہر فنکشن کے لیے مجھے تیار کیا کرتی تھی۔ شیبا فنکشنز کے لیے مختلف چیزیں تیار کرنے میں میری مدد کرتی تھی۔ debates میں اکثر وہی میری پارٹنر ہوتی تھی جب وہ ان چیزوں میں حصہ نہیں بھی لے رہی ہوتی تھی تب بھی وہ نامکمل رہ جانے والی فائلز وہی مکمل کیا کرتی تھی۔ اور سارہ۔۔۔ وہ تو پتا نہیں میرے لیے کیا کیا کرنا چاہتی تھی۔

اخبارت میں چھپنے والی تصویریں اور آرٹیکلز وہی کاٹ کاٹ کر جمع کر کے مجھے دیتی رہتی تھی۔ وہ میرے ہر فنکشن کی وڈیو بنایا کرتی تھی اور میں۔۔۔ میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کر پاتی تھی۔

جو واحد جو میں ان کے لیے کر سکتی تھی، وہ اسٹڈیز میں ان کی مدد تھی۔ نوٹس میں تیار کیا کرتی تھی اور پورا گروپ وہی نوٹس استعمال کیا کرتا تھا اور وہ اس پر ہی بہت مشکور رہتی تھیں حالانکہ یہ کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ میرے لیے جو کیا کرتی تھیں وہ بہت زیادہ تھا۔

گھر کے اندر آ کر سیڑھیاں چڑھتے ہو میری ملاقات اسود سے ہوئی تھی وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رک گیا۔

کیسی ہو مہرین؟

میں ٹھیک ہوں۔ میں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھے بغیر کہا تھا میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں فوراً وہاں سے بھاگ جاؤں۔ اس کی مسکراہٹ مجھے بہت اجنبی محسوس ہو رہی تھی۔

تم ہماری طرف آؤ نا کبھی۔ امی کہتی ہیں کہ اب تم آتی نہیں ہو۔ پرسوں ایک دعوت کر رہی ہیں امی۔ مجھے جاب ملنے کی خوشی میں تم بھی آنا۔

میں نے پہلی دفعہ سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ بہت عرصے کے بعد میں نے اتنے قریب سے اتنے غور سے دیکھا تھا۔ بلیک جینز کے ساتھ وہ سفید ہاف بازوؤں والی ٹی شرٹ پہنے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ خوبصورت تو وہ شروع سے ہی تھا مگر آج وہ پہلے سے زیادہ اچھا لگا تھا مجھے، شاید بہت عرصے بعد وہ میرے لیے مسکرایا تھا اس لیے۔

پھر اسی لمحے اوپر سیڑھیوں سے مشعل نیچے آئی تھی۔ وہ اس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

made for each other میرے ذہن میں ایک سوچ ابھری تھی۔ کیا اس سے زیادہ پرفیکٹ کپل کوئی ہو سکتا ہے۔

پرسوں میری دوست کی برتھ ڈے ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے اس لیے میں نہیں آ سکوں گی۔ انویٹیشن کے لیے شکریہ۔ میں یہ کہہ کر اوپر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

کسی فرینڈ کی برتھ ڈے نہیں تھی پرسوں مگر میں وہاں جا کر فرسٹریشن کے ایک نئے دورے کا شکار ہونا نہیں چاہتی تھی۔ وہاں مشعل ہو گی اور میں ہوں گی اور جہاں ہم دونوں ہوتے ہیں وہاں مقابلے ہوتے ہیں، موازنے ہوتے ہیں۔ شکل و صورت کے، خوبیوں کے، کردار کے اور خاندان کے اور میں ہر موازنے میں ہارتی۔ سو نہ جانا بہتر تھا۔

پھر اسود علی جو تبصرے میرے کردار کے بارے میں کرتا رہتا ہے وہ میں مشعل سے اکثر سنتی رہتی ہوں۔ مجھے حیرت ہوتی ہے اس پر۔ یہ وہ بندہ ہے جو منافق نہ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ جسے منافقت سے نفرت تھی اور اب کیا وہ منافقت نہیں کر رہا تھا؟ اگر وہ مجھے برا سمجھتا ہے تو باقی سب کی طرح مجھ سے قطع تعلق کر لے اور اگر وہ ایسا نہیں سمجھتا تو پھر میری پیٹھ پیچھے تبصرے نہ کرے۔

اس نے مشعل سے میرے بارے میں کہا تھا:

مہرین جیسی لڑکیوں کے کمپلیکسیز دلدل کی طرح ہوتے ہیں، وہ جتنا ان سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی ہیں اتنا ہی اندر دھنس جاتی ہیں۔

میں چند دن پہلے مشعل سے یہ بات سن کر ہنس پڑی تھی حالانکہ میں جانتی تھی کہ میرے چہرے کا رنگ دھواں دھواں ہوگا۔

اور کیا کہتا ہے وہ میرے بارے میں؟

کیا کیا سنو گی؟ بہت شرم آ گی تمہیں اپنے بیسٹ فرینڈ کے ریمارکس سن کر۔ وہ فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہو کہہ رہی تھی۔

وہ میرا بیسٹ فرینڈ نہیں ہے۔

چلو جو بھی ہے، پتا ہے وہ مجھے کہتا ہے میں تمہارے ساتھ زیادہ میل جول نہ رکھوں۔ وہ نہیں چاہتا کہ میرا کردار بھی تمہارے جیسا ہو جا۔ گھٹیا اور تھرڈ کلاس۔

بہت اچھی بات ہے، عمل کیا کرو اس کی نصیحتوں پر۔ میں نے کھانا کھاتے ہوا اپنا اطمینان ظاہر کیا تھا۔ وہ کچھ دیر میرے سر پر کھڑی مجھے دیکھتی رہی تھی پھر پاؤں پٹختے ہوا اندر چلی گئی اور اب اسود کہہ رہا تھا کہ میں اس کے گھر جاتی نہیں ہوں۔

05121989

مجھے لگتا ہے مجھے اسفند سے محبت ہوگئی ہے یا شاید عشق یا پتا نہیں کیا مگر پتا نہیں کیوں اس کا چہرہ دیکھے بغیر اس کی آواز سنے بغیر میں زیادہ دن نہیں رہ سکتی۔ وہ کہتا ہے، مجھے دنیا میں اس سے زیادہ کوئی نہیں چاہ سکتا، نہ اب نہ پھر کبھی اور پتا نہیں کیوں مگر اس کے ہر لفظ پر مجھے اعتبار آ جاتا ہے۔

مجھے آج بھی اس سے اپنی پہلی ملاقات یاد ہے۔ یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیے مجھے صرف چند دن ہوتے تھے جب ایک سہ پہر میں شیبا کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی۔ اس کی لائبریری میں کچھ کتابیں دیکھنی تھیں مجھے۔

تم چلو لائبریری میں، میں ذرا کپڑے بدل کر اور کچھ کھانے پینے کا کہہ کر آتی ہوں ملازم کو۔ شیبا نے گھر کے اندر داخل ہوتے ہی مجھے کہا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور میں اس کی امی سے ملنے کے بعد لائبریری کی طرف چلی گئی تھی۔ میں اس کے گھر آتی جاتی رہتی تھی اس لیے لائبریری میں بھی میرا کافی آنا جانا رہتا تھا۔ لائبریری میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ لیکن وہاں موجود کمپیوٹر آن تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کچھ دیر پہلے کوئی وہاں بیٹھ کر کام کر رہا تھا۔ میں نے لائبریری میں ان بکس کو دیکھنا شروع کر دیا جن کی مجھے ضرورت تھی۔

وہاں مجھے چند منٹ ہی ہوتے تھے کہ دروازہ کھول کر بلیو جینز اور اسی کلر کی شرٹ میں ملبوس ایک اونچا لمبا بندہ اندر آیا تھا۔

ہیلو

مجھے دیکھ کر اس نے اس طرح گریٹ کیا تھا جیسے وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہو۔ میرے پاس رکے بغیر وہ کمپیوٹر کی طرف بڑھ گیا تھا اور وہاں چیئر پر بیٹھ کر اس نے کمپیوٹر کو آپریٹ کرنا شروع کر دیا تھا۔ میں کچھ لمحے اس کی پشت کو دیکھتی رہی۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ مجھے رکنا چاہیے یا چلے جانا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ میں وہاں سے جانے کا فیصلہ کرتی اس نے کہا تھا۔

آپ کیسی ہیں مہرین؟

اس کے منہ سے اپنا نام سن کر میں حیران رہ گئی تھی۔ اپنے ہاتھ میں رکھی ہوئی کتابیں شیلف پر رکھ کر میں اس کی طرف چلی گئی۔ وہ اسکرین پر نظریں جما کی بورڈ پر ہاتھ چل رہا تھا۔

آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟ میرے سوال پر کمپیوٹر سے نظر ہٹا بغیر اس نے کہا۔

بیٹھ جائیں۔ میں اس کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔

پانی پئیں گی؟ میرے بیٹھتے ہی اس نے پوچھا تھا۔

نہیں۔

تو پلیز مجھے گلاس میں ڈال دیں۔

میں اس کے مطالبے پر حیران ہوئی تھی مگر میں نے سامنے پڑے ہو جگ سے ایک گلاس بھر کر کمپیوٹر کے پاس رکھ دیا۔ اس نے کمپیوٹر پرنٹر سے کچھ کاغذ باہر نکالتے ہو بائیں ہاتھ سے پانی کا وہ گلاس اٹھا کر پینا شروع کر دیا۔

تھینک یو، آپ نے پوچھا تھا کہ میں آپ کا نام کیسے جانتا ہوں، میں آپ کا نام نہیں اور بھی بہت کچھ جانتا ہوں۔

گلاس رکھ کر اس نے ایک بار پھر کی بورڈ پر ہاتھ چلاتے ہو کہا تھا۔

مثلاً؟ میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہو کہا۔

مثلاً یہ کہ آپ شیبا کی دوست ہیں۔ بہت intelligent ہیں۔ بہت زبردست قسم کی orator ہیں۔ straight forward ہیں۔ نرم دل کی مالک ہیں، انگریزی میں شاعری کرتی ہیں۔ آرٹیکلز لکھتی ہیں۔ بہت بہادر ہیں، اصول پرست ہیں، لوگوں کے بہت کام آتی ہیں۔ آپ کو لوگوں کا دل جیتنا آتا ہے، بقول شیبا کے جادو آتا ہے۔ لوگوں کو اکثر لاجواب کر دیتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ وہ کمپیوٹر کی اسکرین پر نظریں جما دھیمی آواز میں بولتا گیا تھا جیسے یہ سب اسکرین پر لکھا ہوا تھا۔

کچھ دیر تک میں چپ بیٹھی رہی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہوں۔

آپ کون ہیں اور میرے بارے میں یہ سب کیسے جانتے ہیں؟ میں نے پوچھا تھا۔

میں شیبا کا کزن ہوں اسفند عثمان اور اس گھر میں کون ہے جو آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا؟ کچھ شیبا بتاتی رہتی ہے۔ کچھ آپ کی وڈیوز دیکھ کر پتا چلتا رہتا ہے۔ میں خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھتی رہی۔

آپ کچھ نہیں پوچھیں گی میرے بارے میں؟

یک دم اس نے کہا تھا۔

مثلاً کیا؟

مثلاً یہ کہ میں کیا کرتا ہوں، کیا مشاغل ہیں میرے؟

نہیں۔ پہلی دفعہ اس نے کمپیوٹر اسکرین سے مسکراتے ہو نظر ہٹائی تھی۔

کیوں نہیں پوچھیں گی؟

کیونکہ مجھے دلچسپی نہیں ہے۔ میں کرسی سے کھڑی ہوگئی تھی۔ یک دم میرا جی اچاٹ ہو گیا تھا ہر چیز سے، اس کے منہ سیا پنا یہ تفصیلی تعارف مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔

میں لائبریری سے نکل آئی تھی۔ شیبا مجھے کاریڈور میں ملی تھی۔

میں نے کتابیں لے لی ہیں۔ میں نے اسے ہاتھ میں پکڑی ہوئی کتابیں دکھاتے ہو کہا۔

پھر میں شیبا کیساتھ اس کے کمرے میں چلی گئی تھی۔

اس سے میری دوسری ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی تھی جب شیبا نے اس سے میرا تعارف کروایا تھا اس نے بھی لٹریچر میں ماسٹرز کرنے کے لیے ایڈمیشن لیا تھا۔ وہ انگلینڈ سے آیا تھا وہاں وہ شروع ہی سے کمپیوٹر سائنس پڑھتا آ رہا تھا۔ اب یک دم لٹریچر کی طرف رجحان سمجھ میں نہ آنے والی چیز تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔

لٹریچر میں انٹرسٹ ہے؟

exactlynot

تب پھر ٹائم ویسٹ کیوں کررہے ہیں۔ ویسے بھی جو کتابیں ہم ماسٹرز میں پڑھ رہے ہیں آپ تو یہ ہائی اسکول میں پڑھ چکے ہیں۔ شیبا نے بتایا تھا مجھے اور ویسے بھی کمپیوٹر سائنسز میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد یہ اباوٹ ٹرن کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آفٹر آل انگلش کوئی پروفیشنل سبجیکٹ تو ہے نہیں۔

ہاں مگر میں لٹریچر کسی اور مقصد کے لیے پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت اس نے مجھے نہیں بتایا کہ وہ لٹریچر کس اور مقصد کے لیے پڑھ رہا ہے مگر چند ہفتوں کے بعد اس کے مقصد کا پتا مجھے چل گیا تھا۔ جب ایک دن میں لائبریری میں بیٹھی کچھ نوٹس بنا رہی تھی۔

ایکسکیوزمی مہرین، میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہ رہا ہوں۔

اسفند نے میرے قریب آ کر کہا تھا۔ میں اپنی فرینڈز سے ایکسکیوز کرتے ہو اس کے ساتھ لائبریری سے باہر آ گئی تھی۔

کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟ باہر آتے ہی اس نے مجھ سے کہا تھا میں اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی۔

میں اپنے پیرنٹس کو آپ کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں مگر سوچا پہلے آپ سے بات کرلوں۔ وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

دیکھیں اسفند آپ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے اور پھر میں نے ابھی شادی کے بارے میں نہیں سوچا کم از کم اپنی تعلیم مکمل کرنے تک تو میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے اپنے حواسوں پر قابو پالیا تھا۔

میں آپ کے بارے میں جتنا جانتا ہوں کافی ہے۔ ہاں آپ کی دوسری بات کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔ دیکھیں مجھے کوئی جلدی نہیں ہے آپ جتنا سوچنا چاہتی ہیں سوچ لیں اگر تعلیم مکمل کرنے کے بعد شادی کرنا چاہتی ہیں تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں صرف فارملی طور پر ایک بار اپنا پرپوزل آپ کے گھر بھیجنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کے بارے میں سوچ لیجیے گا۔ وہ یہ کہہ کر چلا گیا تھا۔

بہت دنوں تک میں حیران رہی تھی پھر میں نے شیبا سے بات کی تھی وہ اس پرپوزل سے بیخبر نہیں تھی۔ اسفند نے مجھے پرپوز کرنے سے پہلے اس سے بھی بات کی تھی۔

دیکھو مہرین اسفند ایسا بندہ ہے کہ جو مجھے پرپوز کرتا تو میں آنکھیں بند کر کے اس پرپوزل کو قبول کر لیتی۔ وہ پڑھا لکھا ہے دولت مند ہے بہت خوبصورت ہے مگر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کردار بہت اچھا ہے اس کا۔ امریکہ میں رہنے کے باوجود اس نے وہاں کی کوئی برائی نہیں اپنائی، نہ ہی اس پر انگلینڈ میں رہنے کا کوئی اثر ہوا ہے۔ تم سے پہلے اس نے کبھی کسی لڑکی میں دلچسپی نہیں لی اس کا واحد passion کمپیوٹر تھا مگر جب سے وہ ہمارے گھر ہے اور جب سے اس نے تمہارے بارے میں جاننا شروع کیا تھا۔ وہ بہت دلچسپی لینے لگا تھا تم میں۔ بہت کرید کرید کر پوچھتا تھا تمہارے بارے میں۔

اور یہ جو اس نے ماسٹرز میں ایڈمیشن لیا ہے نا یہ بھی صرف اس لیے کہ وہ تمہیں قریب سے جاننا چاہتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی اس سے perfect match کوئی اور تمہیں مل سکتا ہے۔ شیبا

نے اس کے حق میں ایک تقریر کر دی تھی۔ میں خاموش ہو گئی تھی۔

کچھ دن بعد اسفند نے دوبارہ مجھ سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور میں نے اسے کہا تھا کہ وہ ابھی اپنا پرپوزل نہ بھیجے۔ ابھی کچھ ماہ میں اس سلسلے میں سوچنا نہیں چاہتی۔ اس نے میرے مطالبے کو قبول کر لیا تھا۔

اور پھر میرے اور اس کے درمیان بہت عجیب طریقے سے انڈراسٹینڈنگ ہونا شروع ہو گئی تھی۔ وہ بہت نائس بندہ ہے بہت کم بولتا ہے۔ وہ بہت مددگار قسم کا انسان ہے میں نے آج تک اسے کسی کی مدد کرنے سے انکار کرتے ہو نہیں دیکھا اور مجھے یہ سب پسند ہے۔ میرے لیے وہ بہت protective ہے۔

بہت سے لوگ مجھ پر توجہ دیتے ہیں، میری پروا کرتے ہیں جیسے میری فرینڈز مگر اسفند کے انداز میں کوئی اور بات ہے۔ میرے لیے اس کا رویہ کچھ خاص ہوتا ہے۔ وہ میرے لیے جان دینے کے دعوے نہیں کرتا مگر مجھے لگتا ہے وہ میرے لیے جان دے سکتا ہے۔ میں چاہتی ہوں مجھے ساری دنیا اس کی آنکھوں سے دیکھے اس محبت، اس مانوسیت، اس عزت کے ساتھ جس کے ساتھ وہ مجھے دیکھتا ہے۔

جب میں اس کے بارے میں سوچتی ہوں تو پوری دنیا مجھے خوبصورت نظر آنے لگتی ہے۔ کچھ بھی بھیانک کچھ بھی بدصورت نظر نہیں آتا۔ نہ اپنا ماضی نہ اپنے حالات نہ لوگ، کچھ بھی نہیں۔ وہ مجھے کبھی نہیں کہتا کہ میں اس کے ساتھ کہیں باہر پھرنے کے لیے جاؤں۔ کسی پارک

میں، کسی کیفے میں، کسی ریسٹورنٹ میں۔ وہ کبھی یہ بھی نہیں کہتا کہ میں اسے فون کروں یا وہ مجھے فون کرے۔ وہ یہ بھی نہیں چاہتا میں اس کیساتھ سارا دن یونیورسٹی کے لان، کیفے ٹیریا یا لائبریری میں بیٹھی رہوں۔ ہم روز صرف دس پندرہ منٹ کے لیے ملتے ہیں کبھی ایک دو گھنٹہ بھی ہو جاتا ہے اور عجیب بات ہے ہمیں اپنی بات ایک دوسرے تک پہنچانے کے لیے تنہائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔

دوستوں کے پاس بیٹھے ہو بھی یہ احساس کہ اسفند میرے سامنے بیٹھا ہے میرے لیے کافی ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے چہرے کو بیس منٹ میں ایک لمحہ کے لیے بھی دیکھ لینا ایسا لگتا ہے جیسے ہم بیس منٹ سے ایک دوسرے پر نظریں جما بیٹھے ہیں۔ پتا نہیں اس کے سامنے میں بولنا کیوں نہیں چاہتی میں صرف سنتے رہنا چاہتی ہوں اس کی باتیں، اس کی آواز۔ وہ سارہ سے باتیں کرے یا رخشی سے مجھے لگتا ہے جیسے وہ مجھ سے مخاطب ہے۔ اور کیا محبت اس کے سوا کوئی چیز ہے،

اور بعض دفعہ اس کا چہرہ دیکھتے ہو میں سوچتی ہوں اگر یہ جان جا کہ مہرین منصور کا باپ کون تھا تو کیا پھر بھی اس کی آنکھوں میں میرے لیے یہی عزت محبت ہوگی؟ نہیں، کبھی نہیں اور میں ہمیشہ اس سے یہ بات چھپاؤں گی ورنہ میں کیسے برداشت کروں گی کہ میں

جس کے لیے سب کچھ ہوں اس کے لیے کچھ بھی نہ رہوں۔ کوئی مجھے یوں پھینک دے جیسے میں استعمال شدہ کاغذ ہوں جیسے اسود نے کیا تھا اور اگر اسفند نے ایسا کیا تو میں کیسے زندہ رہوں گی؟ پر وہ ایسا کیوں کرے گا میں جانتی ہوں وہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔

اور کبھی جب وہ کہتا ہے کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی نہیں چاہ سکتا تو میرا دل چاہتا ہے میں اس سے کہوں کیا تمہیں بھی مجھ سے زیادہ کوئی چاہے گا؟ پر میں یہ نہیں کہتی۔ اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اور اب میری سمجھ میں آتا ہے کہ لینا گردیزی میرے لیے کس طرح بیقرار رہتی ہے وہ جو مجھ سے کہتی ہے۔ پتا ہے میں آپ کو نہ دیکھوں تو مجھے لگتا ہے جیسے کچھ missing ہے جیسے ہر چیز نامکمل ہے اور میں اس linkmissing کو ڈھونڈنے کے لیے یونیورسٹی آئی ہوں۔

مجھے اس کی باتوں پر کچھ یقین آتا تھا کچھ نہیں پر اب اس کی بات مجھے وحی لگنے لگتی ہے۔ ہاں ایسا ہی ہوتا ہے، میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوتا ہے جب میں اسفند کو نہ دیکھوں میرا دل چاہتا ہے میں اسفند سے یہ سب کہوں وہ مجھے کہتی ہے۔

میرا جی چاہتا ہے کبھی آپ مجھ سے کوئی ایسی چیز مانگیں جس کا حصول بہت مشکل ہو اور پھر میں حاتم طائی کی طرح پوری دنیا میں اسے ڈھونڈتی پھروں۔ وہ مل جاتا تو اسے لے آؤں نہ ملے تو کبھی آپ کے پاس نہ آؤں مگر آپ تو کچھ کہتی ہی نہیں ہیں۔

میری آنکھیں اس کی باتیں سن کر بھیگنے لگتی ہیں۔ ہاں میرا بھی دل چاہتا ہے کبھی اسفند مجھ سے کچھ مانگے تو میں بھی اس چیز کو نگر نگر ڈھونڈتی پھروں۔

اپ چلتی ہیں نا تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے آپ کو کبھی کوئی گرا نہیں سکتا۔ کوئی آپ کا راستہ

نہیں روک سکتا۔ آپ دیکھتی ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے سامنے والے کے بارے میں سب کچھ جانتی ہیں۔ آپ بولتی ہیں تو جی چاہتا ہے دنیا میں صرف آپ کی آواز گونجے باقی ہر آواز ختم ہو جا۔

وہ اپنی باتوں سے مجھے دہلا دیا کرتی ہے۔ مجھے خوف آنے لگتا ہے اس کی محبت، اس کی عقیدت سے اور اب جب میں اسفند کو دیکھتی ہوں تو مجھے لینا کی باتیں یاد آنے لگتی ہیں، پھر میں اسفند کے چہرے سے نظر ہٹا لیتی ہوں ہاں مجھے لگتا ہے مجھے اسفند سے محبت ہوگئی ہے۔

02011990

پچھلے چھ سال کے دوران آج پہلی مرتبہ سارہ مجھ سے ناراض ہوگئی ہے اور آج کل تو ہر ایک ہی مجھ سے خفا ہے پر اسے تو سمجھنا چاہیے جو چیز وہ مجھ سے چاہتی ہے وہ بہت زیادہ ہے میں اس کے بھائی سے شادی نہیں کرسکتی اب جب میری زندگی میں اسفند ہے اور وہ تو کچھ سننے پر تیار نہیں ہے۔

مہرین تم جانتی ہو عارفین بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں اور آج سے نہیں پچھلے کئی سالوں سے۔

میں نے اس کی امی کی طرف سے اچانک اس کے بھائی کا پرپوزل لانے پر اسے فون کیا تھا اور اس نے مجھے یہ جواب دیا تھا۔

ہاں میں جانتی ہوں وہ مجھے پسند کرتے ہیں مگر ہم بہت سے لوگوں کو پسند کرتے ہیں لیکن سب سے شادی تو نہیں کرتے اور پھر میں نہیں جانتی تھی کہ وہ مجھے اس لحاظ سے پسند کرتے تھے میرے لیے تو وہ بھائی جیسے ہیں میں نے کبھی ان کے بارے میں ایسے نہیں سوچا۔

پہلے نہیں سوچا تو اب سوچ لو بہر حال تمہیں میری بات ماننی ہے۔

سارہ تم مجھے پریشان مت کرو میں پہلے ہی لینا گردیزی کی وجہ سے بہت پریشان ہوں اور اب تم بھی وہی حرکت کر رہی ہو۔

میں تمہیں لینا گردیزی والے مسئلے سے نجات دلوانے کے لیے ہی اپنے بھائی کا پرپوزل دے رہی ہوں شاید وہ اپنے بھائی کا پرپوزل نہ لاتی تو میں اتنی جلدی یہ پرپوزل نہ بھجواتی مگر اب تمہیں ہاں کرنی ہی ہے۔

وہ بڑے یقین سے کہہ رہی تھی۔ میں نے اس سے صاف صاف بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

اور اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ میں کسی اور میں انٹرسٹڈ ہوں۔

سارہ میرے اور اسفند کے بارے میں نہیں جانتی تھی سو اس نے بڑے پرسکون انداز میں کہا۔

لیکن یہ سچ ہے میں نے اسے کہا تھا اور پھر اپنے اور اسفند کے بارے میں بتا دیا وہ بہت دیر تک چپ رہی تھی۔اتنی چپ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ شاید وہ فون رکھ کر چلی گئی ہے مگر پھر وہ یکدم بول اٹھی تھی۔

مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم میری دوست ہو،تمہیں بھی باتیں چھپانا آ گیا ہے اور وہ بھی مجھ سے اور اتنی اہم بات اور میں واقعی بیوقوف ہوں مجھے جان لینا چاہیے تھا کہ یہ بندہ جو روز تمہارے پاس آن وارد ہوتا تھا یہ شیبا کا کزن ہونے کی وجہ سے نہیں تھا وہ تمہیں پھانس رہا تھا۔ اچھا کیا تم نے مجھے اتنے اہم معاملے سے دور رکھا کم از کم مجھے اپنی اہمیت کا اندازہ تو ہو گیا ہے بہر حال اب اگر تمہیں میری ضرورت محسوس ہو تو میرے بھائی کا پر پوزل قبول کر لینا اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو مہرین پھر ہمارے درمیان دوستی نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔اس نے میرا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا تھا اور چار دن پہلے اسی طرح لینا گر دیزی نے مجھے کہا تھا۔

آپ نے بھی مجھے دوسروں کی طرح let down کر دیا ہے۔میری محبت ابھی تک آپ پر کوئی اثر نہیں کر سکی۔آپ نہیں جانتیں میں نے کتنی ضد،کتنی لڑائی کر کے بھائی اور بابا کو اس رشتہ کے لیے تیار کیا تھا اور اب میں ان کے سامنے کس منہ سے جاؤں گی انہیں کیا کہوں گی؟ میں انہیں یہی کہتی رہی ہوں کہ آپ مجھ سے بیتحاشا محبت کرتی ہیں اور میری بات کو کبھی رد نہیں کریں گی۔

میں نے بہت غلط کیا آپ سے دوستی کر کے،آپ سے محبت کر کے،آپ کی نظر میں تو میری کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔

اس نے بھی سارہ کی طرح میری بات سنے بغیر فون رکھ دیا تھا۔وہ اور سارہ چاہتی ہیں کہ میں اسفند کو چھوڑ دوں،میں ان کی بات مان لوں لیکن میں کیسے ان کی بات مان لوں

میں کیسے اپنی آنکھوں کی روشنی کو ختم کر دوں؟ وہ جس کی وجہ سے مجھے اپنے ہونے کا یقین آیا ہے میں کیسے اس یقین کو گنوا دوں جس کے بارے میں سوچنے سے مجھے یوں لگتا ہے جیسے میرے ارد گرد تک سبزہ ہی سبزہ پھیل گیا ہے اور میں ننگے پاؤں بیلے ڈانسر کی طرح اس سبزے پر رقص کرتی جا رہی ہوں اور کسی ماضی کا کوئی حوالہ میری راہ میں پتھر بن کر نہیں آ رہا۔

میں اسفند کے بغیر نہیں رہ سکتی،اور جو یہ سکون سا میرے اندر ہے یہ بھی اس کی بدولت ہے۔اب کوئی مشعل مجھے بری نہیں لگتی،مجھے اس سے نفرت محسوس نہیں ہوتی،مجھے کسی سے بھی نفرت محسوس نہیں ہوتی اور میں ایسی ہی رہنا چاہتی ہوں،سراپا محبت بن کر اور یہ سب ہو سکتا ہے صرف ایک شخص کے میری زندگی میں شامل ہو جانے سے،میں سب کچھ پیچھے چھوڑ آئی ہوں، وہ کیچڑ سے بھری ہوئی لاش بھی اب مجھے رات کو ڈراتی نہیں ہے،نہ میرے رگ و پے میں یہ خوف دوڑتا رہتا ہے کہ اگر کہیں جو کسی کو یہ پتا چل گیا کہ میرا باپ کون تھا تو کیا ہو گا،لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے کیا کہیں گے؟

میں سارے کمپلیکسز کو بہت پیچھے چھوڑ آئی ہوں،خود کو حوالوں کی دلدل سے نکالنے کے لیے میں نے بہت جدوجہد کی ہے،اب مہرین کو اپنی پہچان کے لیے کسی دوسرے کے نام کی

ضرورت نہیں پڑتی۔ نہ نام ونسب کا کانٹا میرے پیر کو زخمی کرتا ہے نہ عام شکل وصورت کا طوق مجھے وزنی لگتا ہے۔

میں نے خود کو اپنی محنت سے excel کیا ہے۔ان سے جن کے چہرے دیکھ کر دنیا خوبصورت لگنے لگتی ہے،ان سے جن کا شجرہ نسب دیکھ کر جی ان کا غلام بن جانے کو چاہتا ہے،ان سجن کی دولت دیکھ کر حسد محسوس ہونے لگتا ہے اور مہرین منصور نے ان سب سے ستائش پائی ہے اور اسفند عثمان اس مہرین منصور کی واحد خواہش ہے اور سارہ چاہتی ہے میں اسے بھول جاؤں اسفند عثمان کو۔

اور اس دن جب میں نے کیفے ٹیریا میں بیٹھے بیٹھے یک دم رابعہ کے آگے ہاتھ پھیلا دیا تو وہ چونک پڑا۔

ذرا دیکھو رابعہ میرا فیوچر کیسا ہے؟

میں جو کبھی بھی پامسٹری پر یقین نہیں رکھتی تھی پتا نہیں کیوں میرا دل چاہا تھا اپنے کل کے بارے میں جاننے کا۔

کیا جاننا چاہتی ہیں آپ؟ رابعہ کی بجا اس نے مجھ سے کہا تھا۔

بس یہ کہ کیا میں آئندہ زندگی میں خوش رہوں گی۔وہ میری بات پر مسکرا دیا تھا رابعہ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

یار ہاتھ دکھانے کی ضرورت ہم جیسے لوگوں کو پڑتی ہے،تم جیسے نامی گرامی لوگوں کو اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے؟ تم لوگ تو مقدر کے سکندر ہو اور پھر تم تو ویسے ہی بہت ہاتھ دکھاتی رہتی ہو۔شیبا نے مجھ سے کہا تھا۔

میں چپ رہی تھی۔صرف رابعہ کے چہرے کو دیکھتی رہی جو بہت غور سے میرا ہاتھ دیکھ رہی تھی۔

بھئی اتنی دیر کیوں؟ کیا کوئی خزانے کا نقشہ نظر آ گیا ہے ہاتھ پر؟

اس بار رخشی سے کہا تھا۔

نہیں خزانے کا نقشہ نہیں مگر یہ ہاتھ بہت عجیب ہے۔بہت مشکل،شاید میں کوئی صحیح پیش گوئی نہ کر پاؤں کیونکہ میں اسے سمجھ نہیں پا رہی۔مہرین کی زندگی کو دیکھتے ہو یہ جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں ہے بہر حال کوشش کرتی ہوں کہ کچھ بتاؤں،کوئی کرائسس آنے والا ہے تمہاری زندگی میں بہت بڑا کرائسس ایک دم سے تم گمنامی کی زندگی میں چلی جاؤ گی،بہت سے لوگوں تم سے قطع تعلق کریں گے شاید تم disorder mental کا شکار ہو جاؤ شاید تعلیم کا سلسلہ بھی جاری نہ رہے۔

وہ اٹکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اسفند نے اچانک بہت نرمی سے میرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا تھا۔

کیا بکواس ہے بھئی،چھوڑو اس قسم کی باتوں کو،کوئی ڈھنگ کی بات کرو۔اس نے کہا تھا۔

شاید سورج مشرق سے نکلنا بند کر دے، شاید تارے نظر آنا بند ہو جائیں شاید ایک
کی بجا پانچ چاند نظر آنے لگیں، شاید انسان سانس لیے بغیر زندہ رہنا شروع کر دے۔
آپ کے اگلے جملے یقیناً یہی ہونے چاہئیں مس رابعہ قدیر۔
رخشی نے چپس کھاتے ہو کہا۔
ویسے بی بی یہ خاتون دوسروں کا مینٹل بیلنس خراب کرتی ہیں اپنا نہیں۔ ویسے گمنامی میں
جانے پر غور ہو سکتا ہے اور تعلیم چھوڑنے پر بھی کیونکہ ان دونوں کاموں سے ہمارا تو بہت بھلا
ہوگا چار بندے ہمیں بھی جان لیں گے۔
سارہ واضح طور پر رابعہ کا مذاق اڑا رہی تھی۔
ویسے بھئی میں تو کل صبح تک کے لیے تم سے قطع تعلق کر رہی ہوں مجھے آج ذرا جلدی گھر
جانا ہے، خیر رابعہ بی بی بہت دل خوش کیا آپ نے ہمارا۔ ملتی رہا کیجیے اللہ آپ کے علم میں اور
اضافہ کرے۔ شیبا نے اٹھتے ہو کہا تھا۔
بھئی میں نے کہا تھا کہ مجھے اس کے ہاتھ کی سمجھ نہیں آ رہی اور ویسے بھی ضروری نہیں جو
میں نے کہا وہی ہو جا مجھے تو خود بھی ایسا ہوتا نہیں لگ رہا مگر ہاتھ کی لکیریں کچھ اسی قسم کی
ہیں۔ رابعہ نے جھپتے ہو کہا تھا۔
اور اس دن کیفے ٹیریا سے باہر نکلتے ہوا سفند نے کہا تھا۔
ان باتوں کو سنجیدگی سے مت لینا۔ ایسی باتیں صرف انجوا کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔

کیوں کیا سچ نہیں ہو سکتیں؟ میں نے اس سے پوچھا تھا۔
کم از کم تمہارے لیے نہیں، مہرین تم لوگوں پر اس قدر مہربان اتنی earthtodown
ہو کہ یہ چیزیں تمہارے لیے کبھی سچ نہیں ہو سکتیں۔ تم نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی تو خدا
تمہیں ایسی تکلیف کیسے پہنچا سکتا ہے؟
اور میں نے سوچا تھا کہ ہاں واقعی یہ سب کیسے ہو سکتا ہے، میں نے کبھی کسی کا برا نہیں چاہا
تو کوئی میرے راستے میں کانٹے کیسے بچھا سکتا ہے؟
اور اب جب سارہ اور لینا مجھ سے ناراض ہیں تب بھی کوئی واہمہ مجھے پریشان نہیں
کر رہا، ابھی کوئی بھی چیز میرے بس سے باہر نہیں ہوئی ہے۔ میں انہیں منا لوں گی۔ آخر
وہ میری فرینڈز ہیں وہ میری بات کیوں نہیں؟؟؟؟؟ گی۔
17011990
اور آج مجھے اسود علی سے منسوب کر دیا گیا ہے اور اپنے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں
پہنائی گئی انگوٹھی مجھے ایک ننھا سا سانپ لگ رہی ہے جو بار بار مجھے ڈس رہا ہے اور میں اسے
جھٹک نہیں سکتی، میں کچھ بھی نہیں کر سکتی، اور اسفند عثمان جو دو دن پہلے تک مجھے روکنے کی کوشش
کرتا رہا تھا آج اس نے مجھے فون پر کہا تھا۔
جب تمہاری کزن مشعل مجھے خبردار کرنے آیا کرتی تھی تو میں اسے بیوقوف سمجھتا تھا۔ میں
سوچتا تھا وہ حسد کا شکار ہے مگر اب مجھے احساس ہوا ہے کہ ایسا نہیں تھا وہ سچ کہتی تھی۔ تم ایک

فراڈ، ایک selfish لڑکی ہو، اور میں جو پچھلے دو سال سے اس الوژن کا شکار تھا کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں وہ سب سے منفرد، سب سے مختلف لڑکی ہے۔ وہ جھوٹ نہیں بولتی، وہ دھوکا نہیں دیتی مگر تم مہرین منصور، تم تو شاید جھوٹ کے علاوہ کچھ بولتی ہی نہیں ہو، اور میں کتنے بڑے فریب کا شکار رہا ہوں مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ سب میرے ساتھ تم نے کیا ہے۔

میں نے فون بند کر دیا تھا اس سے زیادہ مجھے کیا سننا تھا اور میرا دل چاہا تھا میں اس سے کہوں، میں نے تمہیں دھوکا نہیں دیا۔ یہ کام اگر مجھے آجاتا تو میں ہمیشہ خوش رہتی اور میں جسے یہ گمان تھا کہ میں سب کچھ کر سکتی ہوں جو یہ سمجھتی تھی کہ پوری دنیا میرے ہاتھ میں ہے غلط تھی۔

میں نے آج بھی وہی کی تھا جو میں نے سترہ سال پہلے اپنے باپ کی لاش دیکھنے پر کیا تھا۔ تب میں بیڈ کے نیچے چھپ گئی تھی اور اب میں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ میرے ہاتھ میں انگوٹھی پہناتے ہوعفی خالہ بہت خوش تھیں۔ امی بہت مسرور تھیں اور میں سوچ رہی تھی ہر ایک نے مجھ سے اپنی نوازشوں اپنے احسانوں کی قیمت وصول کرنے کا فیصلہ کیا ہوا ہے اور عفی خالہ نے مجھ سے بات کیے بغیر امی سے میرا رشتہ مانگا اور امی نے میری مرضی جانے بغیر ہاں کر دی تھی اور جب انہوں نے مجھے یہاں آکر یہ بات بتائی تھی تو میں بہت دیر تک انہیں دیکھتی رہی تھی۔

ان کے ہاتھ اسی طرح سونے کی چوڑیوں سے بھرے ہوتے جیسے میری ممانیوں یا عفی خالہ کے ہوتے تھے اور ان چوڑیوں کے لیے وہ سولہ سال پہلے مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھیں لیکن مجھے ان سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ انہوں نے اچھا کیا، بہت اچھا کیا، میرے لیے اپنی زندگی خراب نہیں کی اور اب وہ میری زندگی خراب کرنا چاہتی تھیں۔

عفی تم سے بہت پیار کرتی ہے اور پھر اسود تو لاکھوں میں ایک ہے۔ میں تو عفی کو انکار کر ہی نہیں سکی۔ اس نے اتنے پیار سے تمہارا رشتہ مانگا ہے میں نے اسے کہا کہ تم سمجھو مہر و تمہاری بیٹی ہے جب چاہو اسے بیاہ کر لے جاؤ۔

انہوں نے مجھے بتایا تھا میرے حلق میں بہت سے کانٹے اگ آئے تھے۔

میں نے عفی کو کہا ہے جمعہ کو تمہیں انگوٹھی پہنانے آجا، ٹھیک ہے نا؟

ہاں ٹھیک ہے۔

وہ میرا ماتھا چوم کر کمرے سے نکل گئی تھیں اور اسفند ایک پل میں میری زندگی سے نکل گیا تھا اور مجھے لگا تھا جیسے کوئی میرا گلا گھونٹ رہا ہے، جیسے کسی نے میرے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی۔ میں جیسے خلا میں معلق تھی۔ میں نے تو کبھی کسی کے لیے بددعا نہیں کی پھر مجھے کس کی بددعا لگ گئی تھی۔

اور وہ اسود علی جسے میرے کردار پر شبہ ہے، جسے میرے رویے سے بہت سی شکایات ہیں اب وہ مجھ سے شادی کر رہا ہے اور وہ کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتی اور میں جانتی بھی کیا ہوں؟ میں جو سوچتی تھی میری زندگی میں اسفند عثمان نہیں رہے گا تو کچھ بھی نہیں رہے گا، تو اب کیا میں ختم ہو جاؤں گی اور کیا رابعہ کی ہر پیشن گوئی صحیح ثابت ہوتی رہے گی؟

نہیں میں اتنی آسانی سے ہار نہیں مانوں گی۔ مجھے اس طرح ختم نہیں ہونا ہے، مجھے خود کو بچانا ہے۔ پچھلے سترہ سال میں بنائی جانے والی شناخت کو یوں ختم نہیں ہونے دینا ہے مہرین منصور کو سرینڈر نہیں کرنا ہے، میں خوش رہوں گی اسفند کے بغیر، اسود کے ساتھ رہ کر میں گمنامی میں جاؤں گی۔ mental disorder کا شکار ہوں گی، میں کچھ نہیں چھوڑوں گی نہ تعلیم نہ زندگی پر اپنا حق۔ مجھے اپنی ذات کو ایک دفعہ پھر سے ڈھونڈنا ہے۔ میں مہرین منصور یوں ختم ہونے کے لیے پیدا نہیں ہوئی۔

29011990

کچھ دیر پہلے اسود علی میری ذات، میرے وجود کے پرخچے اڑا کر گیا ہے۔

لوگ ٹھیک کہتے ہیں باہر سے وہی خوبصورت ہوتے ہیں جو اندر سے خوبصوت ہوں جیسے مشعل اور جو اندر سے خوبصورت نہ ہوں انہیں خدا ظاہری خوبصورتی بھی نہیں دیتا جیسے تم۔

اس نے کہا تھا اور پچھلے سترہ سالوں میں جن پتھروں کو تراش کر جوڑ کر میں نے اپنا وجود بنایا تھا وہ یک دم گر پڑے تھے۔ بھیانک چہرہ اور کردار، ہاں شاید مجھے یہی القاب چاہیے تھے اور وہ جس چہرے کی پرستش کر رہا ہے وہ کتنا بھیانک تھا یہ شاید وہ کبھی جان نہیں پا گا۔

مشعل کتنی خوبصورت تھی یہ سب جانتے ہیں مگر وہ کتنی بدصورت تھی یہ صرف میں جانتی ہوں۔ اور وہ جاننا نہیں چاہتا تھا کہ میں نے اس رات مشعل کو کیا کہا تھا مگر اسے پوچھنا چاہیے تھا وہ پوچھتا تو میں اسے بتا دیتی کہ میں نے اس رات مشعل کو کیا کہا تھا۔

یہ اسود تو نہیں تھا جو چند لمحے پہلے میرے سامنے تھا۔ یہ تو کوئی اور تھا، اسود کے لہجے میں اتنا زہر تو نہیں ہوتا تھا۔ وہ مشعل کی طرح بات کرنے کیوں لگا ہے؟ وہ جو مر گئی ہے وہ قابل رحم نہیں ہے، میں ہوں، پر سب مجھے مجرم سمجھ رہے ہیں جیسے مشعل نے خودکشی نہیں کیا، میں نے اسے مارا ہے۔

تم نے اسے کیا کہا ہے؟ تم نے اسے کیا کہا ہے؟

ہر کوئی ایک ہی بات کہتا ہے اور میرا دل چاہتا ہے میں چیخ چیخ کر انہیں بتاؤں کہ وہ مجھ سے کچھ کہنے آئی تھی، میں نہیں اور اگر میں انہیں بتا دوں کہ وہ میرے ساتھ کیا کرتی رہی ہے تو کیا انہیں یقین آ گا، کبھی بھی نہیں، مشعل کبھی جھوٹ نہیں بول سکتی اور میں۔۔۔۔۔۔ میں میرا کیا اعتبار وہ خوبصورت تھی مگر وہ سچ نہیں بولتی تھی اور اس نے مجھ سے بدلہ لے لیا تھا۔

مجھے اسفند سے محروم کر کے اس رات جب وہ میرے کمرے میں آئی تھی تو وہ یہی کہنے آئی تھی۔

میں چاہتی ہوں تم اسفند سے کہو کہ وہ مجھ سے شادی کر لے۔

میں اس کے مطالبے پر حیران رہ گئی تھی۔

مجھے اسود سے کبھی بھی محبت نہیں رہی، میں صرف تمہیں تکلیف پہنچانے کے لیے اسے تم سے الگ کرتی رہی ہوں لیکن اسفند سے مجھے محبت ہے۔ چلو ایک ڈیل کر لیتے ہیں، تم اسفند کو مجھ سے شادی پر رضامند کرو۔ میں اسود کو بتا دیتی ہوں کہ میں اس سے محبت نہیں کرتی صرف

ایک مذاق تھا وہ۔۔۔

وہ بہت اطمینان سے میرے سامنے بیٹھ کر کہہ رہی تھی۔

مشعل تم پاگل ہو چکی ہے، تمہیں پتا ہے تم کتنے لوگوں کی زندگی برباد کر رہی ہو، میری اسود کی، اسفند کی اور اپنی؟

میں اس کی بات پر چلاّ اٹھی تھی۔

تم تینوں کا تو مجھے پتا نہیں مگر میں اپنی زندگی برباد نہیں کر رہی ہوں۔ محبت جھے صرف اسفند سے ہوئی تھی اور میں اسے حاصل کرنا چاہتی ہوں۔

اور تمہیں لگتا ہے میں اس میں تمہاری مدد کروں گی۔

تمہیں کرنی پڑے گی۔ کیا تم نہیں چاہتیں کہ تم اسود کیساتھ ایک اچھی زندگی گزارو اور یہ صرف میرے ہاتھ میں ہے۔

مشعل کیا کرو گی تم اسفند سے شادی کر کے۔ وہ تمہیں محبت نہیں دے گا خالی نام کیا کرو گی؟

تمہیں غلط فہمی ہے کہ وہ ساری عمر تمہاری محبت میں گرفتار رہے گا۔ تمہارے ساتھ اس نے محبت نہیں افیئر چلایا تھا۔ مرد ایسے افیئر کرتے ہی رہتے ہیں۔ جب اسے میری جیسی بیوی ملے گی تو اسے تم بھول جاؤ گی پھر اسے مہرین نام کے ہجے بھی یاد نہیں رہیں گے۔ اس کی بات مجھے گالی کی طرح لگی تھی۔

اگر خود پر اتنا یقین ہے تو میری مدد کے لیے کیوں آئی ہو جاؤ اور خود اسفند کو فتح کر لو جیسے تم نے اسود کو کیا تھا۔

وہ چند لمحے تیز نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔

تمہیں ہم نے بچپن سے پالا ہے، بہت خرچ کیا ہے تم پر، بہت احسان کیے ہیں۔ اب احسان کرنے کی تمہاری باری ہے بلکہ یہ کہوں تو زیادہ بہتر ہے کہ اب نمک حلالی کرنے کا وقت آیا ہے۔ تم ثابت کرو کہ تم اپنے گھٹیا خاندان اور باپ کی کوئی گھٹیا صفات اپنے اندر نہیں رکھتی ہو۔

میرا دل چاہا تھا میں اس کے منہ پر بہت زور سے تھپڑ ماروں مگر میں نے اسے تھپڑ نہیں مارا تھا۔ میں ہنسنے لگی تھی، بہت زیادہ، اتنا زیادہ کہ میری آنکھوں میں آنسو آگ تھے۔

مجھے افسوس ہے مشعل کہ میں اپنے گھٹیا خاندان اور باپ کی ساری صفات اپنے اندر رکھتی ہوں۔ اب جبکہ میں جان گئی ہوں کہ تم اسفند سے محبت کرتی ہو تو پھر یہ یقین رکھو کہ کبھی بھی تمہاری شادی اس سے نہیں ہو گی۔ اگر اسفند مجھے نہیں ملا تو وہ کبھی بھی تمہیں بھی نہیں ملے گا۔

اور جہاں تک میرا اور اسود کا تعلق ہے تو ٹھیک ہے کچھ انتظار تو مجھے کرنا پڑے گا مگر میں بہر حال اسود کی محبت حاصل کر لوں گی۔ آفٹر آل کسی زمانے میں وہ میرا بیسٹ فرینڈ رہا ہے اور ویسے بھی تم نے خود ہی کہا ہے کہ مرد ایسے افیئر ز کرتے ہی رہتے ہیں۔ میں سمجھوں گی اسود نے بھی تم سے ایک افیئر چلایا تھا۔

بہت ترس آ رہا ہے مجھے تم پر۔ مجھے اسود مل جا گا جو کسی زمانے میں مجھ سے بہت ہمدردی، بہت دوستی رکھتا ہے اور اس کی یادداشت ٹھیک کرنے میں مجھے زیادہ وقت تو نہیں لگے گا اور اگر اسود نہیں ملتا تو اسفند تو مل جا گا جس سے میں محبت کرتی ہوں اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے مگر تمہیں کیا ملے گا؟ اسود کو تم حاصل کرنا نہیں چاہتیں اور اسفند تمہیں ملے گا نہیں اور اس تک جانے کا واحد راستہ میں جانتی ہوں اور میں تمہیں وہاں سے گزرنے نہیں دوں گی۔ تم پچھلے چھ سال سے ہر جگہ مجھ سے ہارتی آ رہی ہو اب اور کہاں کہاں ہارو گی؟ مجھ سے مقابلہ کرنا چھوڑ دو یہ خوبصورتی کا ہتھیار ہر جگہ تمہارے کام نہیں آ گا۔

وہ میری باتوں پر بپھر گئی تھی۔

میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی مہرین کبھی نہیں، تمہاری جگہ میرے قدموں میں ہے اور وہیں رہے گی۔ تم کیا جیتو گی اسود کو اور کیا پاؤ گی اسفند کو؟ میں تمہیں اس قابل رکھوں گی تو پھر نا، تم نے مجھے پاگل کہا ہے نا میں تمہیں بتاؤں گی پاگل کیا ہوتے ہیں۔ میں دیکھوں گی تم اب زندگی میں کیا پاتی ہو، کون سے جھنڈے گاڑتی ہو؟ مجھے تمہارے وجود، تمہارے چہرے، تمہاری آواز، تمہاری ذات سے نفرت ہے۔ تم اپنے باپ کی طرح گندی نالی میں گر کر مرنے کے لیے پیدا ہوئی ہو لیکن تمہیں زندہ رہنا چاہیے بہت دیر تک زندہ رہنا چاہیے میں تمہیں تمہاری زندگی میں ہی جہنم دکھا دوں گی میں تمہیں۔۔۔

میرے کمرے سے نکل جاؤ ابھی اسی وقت۔

میں نے کھڑے ہوتے ہو اس کی بات کاٹ دی تھی۔

یہ تمہارے باپ کا کمرہ نہیں ہے۔ یہ میرا گھر ہے میں جب تک چاہوں گی یہاں رہوں گی۔

اس نے اپنے سامنے پڑی ہوئی تپائی کو ٹھوکر مار کر الٹا دیا۔ میرا دل چاہا تھا مگر میں ایسا نہیں کر سکتی تھی مجھے ایک عجیب سی وحشت ہو رہی تھی اگر یہ میرا گھر ہوتا تو میں اسے دھکے دے کر نکال دیتی مگر یہ میرا گھر نہیں تھا یہاں کچھ بھی میرا نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر تیز تیز سانس لیتے ہو وہاں کھڑی رہی پھر میرے کمرے کا دروازہ ایک دھماکے سے بند کر کے چلی گئی تھی اور اس رات میں نے طے کیا تھا کہ ایک بار یہاں سے جانے کے بعد چاہے میرے ساتھ جو بھی ہو مجھے واپس یہاں نہیں آنا ہے۔ اسود دوسری شادی کرے تب بھی اور میرے ساتھ برا سلوک کرے تب بھی۔ مجھے کبھی ان لوگوں کے سامنے یہ ظاہر نہیں کرنا ہے مجھے ان کے سامنے یہی ظاہر کرنا ہے کہ میں خوش ہوں، بہت خوش ہوں اور مجھے مشعل کو یہی بتانا ہے کہ وہ اس طرح تو کبھی مجھے جھکا نہیں سکتی میں اسے اسود کیساتھ خوش رہ کر دکھاؤں گی۔

اور اب اسود میرے ہاتھ میں لپٹا ہوا سانپ لے گیا ہے اور اب مشعل بھی مر چکی ہے اور میں ایک بار پھر دوراہے پر کھڑی ہوں۔ ایک بار پھر مجھے خود کو بچانا ہے مجھے بچانے کے لیے میری مدد کے لیے کوئی نہیں آ گا سوا میرے۔

اے خدا مجھے بچا لینا، مجھے محفوظ رکھنا، میری مدد کرنا۔ کوئی راستہ، کوئی راہ، مجھے دکھا کہ میں

اس برزخ سے نکل جاؤں۔

مجھ پر ہر دروازہ بند ہوتا جا رہا ہے اور مجھے لگ رہا ہے جیسے میں مر جاؤں گی۔ میں نے تو کبھی کسی کے لیے گڑھے نہیں کھودے۔ مشعل نے ٹھیک کہا تھا، اس نے واقعی میرے لیے زمین تنگ کر دی ہے اور اب میں کیا کروں گی؟ اسفند نے آج مجھ سے شادی سے انکار کر دیا ہے اور میں جو پچھلے ہفتے سے سوچ رہی تھی کہ شاید میں اس گرداب سے نکل جاؤں گی ایک بار پھر اس میں پھنس گئی ہوں اور اب مجھے رہائی کا کوئی راستہ باہر نظر نہیں آ رہا۔

نہیں مہرین منصور اب میں تمہارے ہاتھ کا ہتھیار بننا نہیں چاہتا اگر تمہاری کزن کا خط مجھے نہ ملا ہوتا تو شاید میں ایک بار پھر تمہاری باتوں میں آ کر وہی حماقت کر بیٹھتا لیکن اب میں نہیں کروں گا۔ تم نے اپنے کزن کی زندگی برباد کر دی اسود اس سے محبت کرتا تھا لیکن تم نے اسود کو اس سے چھین لیا۔

اسفند، ایسا نہیں تھا میں۔۔۔

اس نے میری بات کاٹ دی تھی۔

مہرین آج تم کچھ نہیں کہو گی صرف سنو گی مجھے تمہاری کسی بات پر اب کبھی یقین نہیں آ گا۔ تمہاری کزن نے مجھے اسود کے وہ خط بھیجے ہیں۔ جن میں اسود اس سے اظہار محبت کر چکا ہے۔ تمہیں معلوم تھا کہ مشعل کی موت کے بعد اسود کبھی تم سے شادی نہیں کرے گا اس لیے اب تم چاہتی ہو کہ میں تم سے شادی کر لوں اور میں اتنا احمق ہوں کہ شاید کر بھی لیتا اگر تمہاری کزن کا خط مجھے نہ ملا ہوتا۔ مگر اب نہیں۔

تم نے مشعل کو مرنے پر مجبور کر دیا۔ مگر میں مشعل نہیں ہوں۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ تم اسی طرح رہو، نہ تمہیں میں ملوں نہ اسود۔ بہت دھوکا کھایا میں نے تم سے۔ اگر تب میں مشعل کی بات سن لیتا جب وہ میرے پاس آ آ کر مجھے تمہارے اور اسود کے بارے میں بتایا کرتی تھی تو شاید میں اتنا بڑا دھوکا نہ کھاتا مگر تب میں اسے جھڑک دیتا تھا مگر وہ سچی تھی شاید اس لیے اسے اپنی جان گنوانی پڑی ہے۔ خدا حافظ۔

اج کے بعد تم کبھی مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔

میں بہت دیر تک ریسیور تھامے کھڑی رہی تھی تو اس رات جو خط مشعل نے پوسٹ کروا تھے وہ اسفند کو کروا تھے اور یہ خط اسے امریکہ سے واپس آنے کے بعد ملے تھے ورنہ شاید وہ دوبارہ کبھی میرے لیے پرپوزل بھیجتا ہی نہیں اور میں جو چند دن پہلے شیبا سے بات کرنے کے بعد مطمئن تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہو جا گا اور اسکی امی کی طرف سے پرپوزل لانے کے بعد سوچ رہی تھی کہ اب میری زندگی خوبصورت ہو جا گی اب پھر وہیں تھی اور میرا دل چاہتا ہے میں بھی خودکشی کر لوں۔

مشعل نے مجھے ایک جلتے ہو برزخ میں ڈال دیا ہے اور میں کسی طور پر بھی اس کو سر نہیں کر سکتی۔ ایک ایک کر کے میں سب کو گنوا چکی ہوں۔ لینا گردیزی، سارہ، اسود اور اب اسفند بھی۔ میں واقعی ایک تماشا بن گئی ہوں اور پتا نہیں میری کہانی ٹریجڈی ہے یا کامیڈی۔ شاید

کامیڈی اور اگر مشعل زندہ ہوتی تو وہ مجھ پر قہقہے لگا کر ہنستی۔

تو مہرین منصور لاؤ اب اپنے لفظ، اپنے حرف جن سے تم لوگوں کے دلوں کو جیتتی تھیں، جاؤ اب روسٹرم پر کھڑی ہو جاؤ اور میں دیکھتی ہوں کتنے لوگ تمہاری بات سنتے ہیں اور کتنے تم پر یقین کرتے ہیں۔ اب کوئی تمہاری بات نہیں سنے گا یقین تو دور کی بات ہے اور تم سوچتی تھیں کہ تم نے مجھے ہرا دیا۔

ہاں وہ مجھے یہی کہتی اور یہ ٹھیک تھا۔ میرا دل چاہتا ہے، میں کہیں بھاگ جاؤں میں جو لوگوں سے کہا کرتی تھی کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت کبھی نہیں پڑے گی اور اب۔۔۔ اب وہ وقت ہے جب کوئی میرے مدد کرنے کو تیار نہیں ہے۔ میرے لیے دنیا کیا ہے؟ امی مجھے اپنے گھر نہیں رکھ سکتیں۔ دودھیال والے بہت پہلے رشتہ توڑ چکے ہیں اور اب نانی اور ماموں بھی جان چھڑانا چاہتے ہیں۔

میں درخت کی سب سے اوپر والی شاخ پر چڑھ گئی تھی اور اب جب میں وہاں سے
گری ہوں تو جس شاخ کو پکڑنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ وہ بھی میرے ساتھ ہی ٹوٹ کر نیچے گر رہی ہے اور بہت عرصہ پہلے میں نے ایک مشاعرے کے لیے ایک نظم لکھی تھی تب میں نے اس نظم کی وجہ سے وہ مشاعرہ جیت لیا تھا لیکن میں نہیں جانتی تھی کہ ایک وقت ایسا آ گا جب یہ نظم میری کہانی بن جا گی:

leaveburiedarewhopeople

memories.theirbehind

andthemforsadfeelpeople

man,livingtheforbutworry,

sorry.neverarethey

sufferer,theiswhoperson,this

withstand,toablebeneverwill

him.fromsnatchedchancesthe

banaunderiamthinks,he

isworldtheanddies,heso

debtinforever

faced.whomanthefor

death.hisbeforedeath

ڈائری کا آخری صفحہ خالی تھا، میں نے اسے بند کر دیا۔ میری آنکھوں میں چبھن ہو رہی تھی اور میں تھا بیسویں صدی کا سچا جسے گمان تھا کہ اس سے زیادہ سچ کوئی کیا بولتا ہوگا اور جسے یقین تھا کہ اس سے بڑھ کر چہرہ شناس کوئی ہو نہیں سکتا اور آج میں منہ کے بل گرا تھا اپنے

سارے دعوؤں اور اندازوں کے ساتھ۔ سوچا کون تھا مشعل اکبر، معصوم خوبصورت جسے دیکھتے ہی اس کی بات پر یقین کر لینے کو جی چاہتا تھا۔۔۔اور میں۔۔۔اور بہت سے لوگ یہی کرتے تھے یا پھر مہرین منصور۔۔۔جس کے سامنے اب میں کیسے جاؤں کا میں نہیں جانتا اور میں تھا جو پچھلے کئی سالوں سے جھوٹ کو وحی مان کر جی رہا تھا اور آئندہ کس پر اعتبار کر پاؤں گا

یہ بھی نہیں جانتا۔

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا بیگ میں وڈیو کیسٹس نکال کر میں باری باری وی سی پی میں لگانے لگا کوئی شبہ میرے ذہن میں باقی نہیں رہا تھا پھر بھی اپنے اندر کے چہرہ شناس اور حق پرست کو کچھ اور آئینہ دکھانا تھا۔

مختلف فنکشنز کی وڈیوز تھی۔ کسی میں وہ کمپیئرنگ کر رہی تھی، کسی میں کوئی مذاکرہ کنڈکٹ کروا رہی تھی۔ کہیں کوئی تقریری مقابلہ تھا اور کہیں کوئی مشاعرہ۔ کہیں وہ بہت سنجیدگی سے issues ڈسکس کرتے ہوا اپنی opinion دے رہی تھی اور کہیں وہ پورے ہال کو اپنی باتوں سے کشت زعفران بنا ہو تھی۔

وہ مہرین منصور جسے پچھلے تین سال سے میں نے اپنے گھر کے ملازم کی اہمیت بھی نہیں دی تھی۔ وہ بہت سوں کے لیے بہت اہم تھی اور وہ جو بات کرتے ہو بار بار مختلف ریفرنسز دے رہی تھی اب میرے گھر میں تھی اور اسے سامنے رکھی ہوئی چیزیں بھی ڈھونڈنا پڑتی تھیں۔

وہ مہرین منصور جو ہر جگہ بنا رکے، بنا اٹکے بلا کی روانی سے بات کرتی تھی، بار بار اٹک جاتی تھی بار بار اسے لفظ ڈھونڈنے پڑتے تھے۔ میں کہتا تھا وہ خامیوں کا مرقع ہے، میں کہتا تھا اسے بولنا نہیں آتا، میں کہتا تھا یہ اس طرح دنیا کا مقابلہ کیسے کرے گی؟ پر وہ جب اسٹیج پر چلتی ہوئی روسٹرم پر آتی تھی تو ہال میں سکوت چھا جاتا تھا لیکن میں اسے کہتا تھا:

تم بات نہ کرو، تم جھوٹی ہو، تم مکار ہو، تم اس قابل نہیں ہو کہ بات کر سکو۔

میں نے ٹی وی بند کر دیا۔ کمرے میں ہر جانب فائلیں بکھری ہوئی تھیں۔ اخبارات میں چھپنے والے اس کے مختلف آرٹیکلز کی کٹنگز مختلف سرٹیفکیٹس۔ مختلف اخبارات میں چھپنے والی اس کی تصویریں۔ مختلف لوگوں کی طرف سے آنے والے خط، کارڈز، کا ایک ڈھیر۔ ہر فائل کو دیکھنے پر میں ایک نئے عذاب سے دوچار ہوتا جا رہا تھا اور اگر میں اس کی بات سن لیتا تو۔۔۔

میں اب سچ جاننے کے لیے لاہور آیا تھا اور لاہور آنے کے بعد میں ننھیال گیا تھا میں ایک نظر مہرین کے کمرے کو دیکھ لینا چاہتا تھا وہاں رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ مہرین منصور کون ہے؟ میں نے نانی سے مہرین کے کمرے کی چابی مانگی تھی۔

اس کے کمرے کی چابی تو اس کے پاس ہے وہ یہاں سے جانے سے پہلے کمرہ لاک کر کے چابی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔

نانی امی نے مجھے بتایا تھا میں کچھ مایوس ہوا تھا۔

پھر میں کسی لاک میکر کو لے کر آتا ہوں۔

میں انہیں بتا کر کمرے سے باہر آ گیا تھا اور آدھ گھنٹہ بعد جب میں لاک میکر کو لے کر گھر میں داخل ہوا تو میرا سامنا اشعر کی بیوی سنبل سے ہوا تھا۔ اشعر کی شادی مشعل کی موت کے ڈیڑھ سال بعد ہوئی تھی اور اس شادی پر مجھے اور امی کو نہیں بلایا گیا تھا سو سنبل سے میری پہلی ملاقات تھی۔

میں لاک میکر کو لایا ہوں دروازہ کھلوانے کے لیے۔ میں نے رسمی گفتگو کے بعد اسے بتایا تھا۔

مہرین کے کمر کا دروازہ کھلوانے کے لئے۔ اس نے مجھ سے پوچھا تھا۔

ہاں۔۔۔

آپ کو اس کی ضرورت نہیں پڑے گی میں ایک بار مشعل کا کمرہ صاف کر رہی تھی تو اس کی دراز میں سے کچھ چابیاں نکلی تھیں۔ میں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ وہ کس چیز کی چابیاں ہیں کیونکہ وہ مشعل کی کسی دراز وغیرہ کے چابیاں نہیں تھیں۔ وہ چابیاں پھر گھر کے کسی اور دروازے یا الماری میں بھی نہیں لگیں پھر اتفاقاً مجھے خیال آیا تو میں نے انہیں مہرین کے کمرے پر ٹرائی کیا تو وہ اسی کے کمرے اور الماری اور درازوں کی چابیاں تھیں۔

میں سنبل کی بات پر حیران ہر گیا تھا شاید ممانی ہوتیں تو وہ یہ بات اسے کبھی بتانے نہ دیتیں مگر وہ اس دن گھر میں نہیں تھیں۔

پھر میں اوپر مہرین کے کمرے میں آ گیا تھا۔ کمرے کا درواوہ کھولتے ہی میں رک گیا تھا۔ کمرے میں بیحد حبس تھا۔ ہر چیز پر گرد کی ایک موٹی تہ جمی ہوئی تھی۔ کمرے میں جا بجا جالے لگے ہوتے۔ میں دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر چلا گیا۔

مجھے یاد تھا شادی کی اگلی صبح میں اسے لے کر کراچی چلا گیا تھا اور پھر میں نے اسے دوبارہ واپس آنے نہیں دیا تھا۔ اس کی سب چیزیں وہیں تھیں۔ میں نے وہ چابیاں مختلف درازوں اور الماریوں میں لگانا شروع کی تھیں اور وہاں کوئی ایسا دراز نہیں تھا جس کی چابی اس کی رنگ کے اندر نہیں۔۔۔ تھی۔ یعنی مشعل جب چاہتی وہاں آ سکتی تھی۔ اس کی جو چیز دیکھنا چاہتی تھی دیکھ سکتی تھی اور مہرین وہ یہ بات کبھی بھی جانتی نہیں ہوگی۔

میرا دل ڈوبنے لگا تھا۔ میں دعائیں کرتا آیا تھا کہ جسے میں حقیقت سمجھتا رہا تھا وہی حقیقت رہے مگر اس بار میری دعا قبول نہیں ہوئی تھی۔ ان درازوں اور الماریوں سے نکلنے والی چیزیں میرا منہ چڑا رہی تھیں۔ میں ان سب چیزوں کو بیگ میں بند کر کے گھر لے آیا تھا اور اب ان پچھلے کئی سالوں کی ڈائریوں کو پڑھنے اور ان چیزوں کو دیکھنے کے بعد اب مجھے اس کا سامنا کرنا تھا، اس مہرین منصور کا جس کے سامنے میں بونا تھا۔

05061990

کل رات اس نے میرے چہرے پر تھوک دیا۔ ایسا استقبال آج تک کسی اور دلہن کا نہیں ہوا ہوگا۔ مشعل نے ٹھیک کہا تھا میں واقعی اپنی زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ اسود علی نے

میرے سر سے دوپٹہ اتار کر پھینک دیا تھا۔ میرا دل چاہا تھا میں پھوٹ پھوٹ کر روؤں اور پھر مشعل کا وہ خط۔۔۔۔

اور پتا نہیں کیوں لیکن اب میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں مشعل کی باتوں پر اعتبار کر لوں، اس کے حرفوں کا یقین کروں یہ جو ساری دنیا اس کی ہمنوا ہے تو ضرور اس کی باتوں میں کچھ تو سچائی ہوگی ورنہ دنیا اس طرح اس کا ساتھ کیوں دے؟ اور اسود علی نے مجھے پھر اس لاش کے پاس پہنچا دیا ہے اور کل میں نے سرینڈر کر دیا ہے۔ میں اپنی زندگی بدل نہیں سکتی چاہے میں کچھ بھی کر لوں۔ وہ کیچڑ سے بھری ہوئی لاش میرا باپ ہی رہے گا اور میں نشہ کرنے والے کی بیٹی ہی کہلاؤں گی۔

سترہ سال پہلے شروع کی جانے والی جدوجہد میں ختم کرتی ہوں۔ میں کبھی بھی زندگی کا یہ جوا نہیں جیت سکتی۔ میں دنیا کے لیے عیسیٰ بن جاؤں تب بھی وہ مجھے صلیب پر ضرور چڑھا گی۔ میں جان گئی ہوں میں اس لاش سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکتی۔

سترہ سال پہلے اسود نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے وڈیو گیم کھیلنا سکھایا تھا اور میں نے سوچا تھا کہ میں سب کچھ سیکھ سکتی ہوں۔ وہ تب ہاتھ نہ پکڑتا تو میں آج بہت خوش ہوتی اور اب سترہ سال بعد اس نے مجھے دھکا دے کر اسی کنوئیں میں پھینک دیا ہے۔ بہت غلط کیا تھا میں نے یہ شناخت کی لڑائی شروع کر کے۔ بے نشان رہنا زیادہ اچھا ہوتا ہے اور اگر میں ویسی ہی رہتی جیسی میں سترہ سال پہلے تھی، خوفزدہ، سہمی، احساس کمتری کا شکار، دوسروں سے مرعوب تو بہت اچھا ہوتا۔

میں سب کی خدمتیں کرتی زندگی گزارتی، کبھی کسی جگہ مقابلہ کا خیال مرے دل میں نہ آتا، جب بڑی ہوتی تو کسی مڈل کلاس فیملی میں مجھے بیاہ دیا جاتا اور اس وقت میں دو تین بچوں کے ساتھ شعور کے عذاب کے بغیر بہت پر مسرت زندگی گزارتی۔ اس زندگی میں کوئی اسفند ہوتا نہ اسود نہ کوئی مشعل۔ مگر میں نے تو برابری کی ٹھان لی تھی اور اب منہ کے بل گرنے کے بعد مجھے پتا چلا تھا کہ میرے پاس تو اڑنے کے لیے پر بھی نہیں تھے مجھے اڑنا کیسے آتا؟

میں سوچتی تھی میرے پاس خوبصورتی نہیں، دولت نہیں، اچھا خاندان نہیں تو پھر مشعل جیسے لوگوں کو ہرانے کے لیے میرے پاس کیا ہے؟ اور تب اچانک پتا چلا تھا کہ ذہن ہے اور تب میں نے سوچا تھا میں دنیا کو اس ذہن سے فتح کروں گی اور میں کرتی رہی مگر کب تک؟ یہ ہر جگہ کام نہیں آتا۔ اب اس کا جادو ختم ہو گیا ہے اور اب میرے پاس ایسا کچھ نہیں جس سے میں لوگوں کے دل جیت لوں۔ اب میرا سچ لوگوں کو جھوٹ لگنے لگا ہے اور اب مجھے زوال کا سامنا ہے اور میں ڈوب جاؤں گی۔ میرا دل چاہا تھا میں اسود سے کہوں، تمہاری یہ پابندیاں مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچائیں گی تکلیف تو صرف تمہاری زبان پہنچا گی میں بہت گر گئی ہوں بہت زیادہ۔

وہ ٹھیک کہتا ہے ایک وقت ایسا آ گا جب لوگ مجھ پر تھوکیں گے اور شاید میں خود بھی مہرین منصور پر تھوک دوں۔

02011992

آج امی کے مرنے کی اطلاع ملی ہے مجھے اور حسب توقع اسود علی نے مجھے جانے نہیں دیا۔شاید وہ جانے دیتا تب بھی میں نہ جاتی۔ وہاں جا کر کرنا بھی کیا تھا مجھے؟ آٹھ سال کی عمر میں جب وہ مجھے چھوڑ کر دوسری شادی کر کے چلی گئی تھیں تو بہت دنوں تک میں انہیں ڈھونڈتی رہی تھی۔ نانی سے پوچھنے سے میں ڈرتی تھی۔ مجھے ڈر تھا وہ یہ پوچھنے پر کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔وہ ان کی بیٹی تھیں اور میری تو صرف ماں تھیں اور پھر کئی دن بعد میں نے انہیں ایک آدمی کے ساتھ میرے ہم عمر ایک بچے کی انگلی تھامے دیکھا تھا اور میں سمجھ گئی تھی میری جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔ پھر ان کے اصرار کے باوجود میں ان کے پاس نہیں گئی تھی۔ میں باہر جا کر کھیلنے لگی تھی۔

پھر وہ کچھ ہفتوں بعد اپنے شوہر کے ساتھ باہر چلی گئی تھیں۔ پر ان کی طرف سے میرے لیے ہر ماہ کچھ رقم اور چیزیں ضرور آتی تھیں پھر چیزیں آنا بند ہو گئیں اور صرف چیک آتا رہا اور میرے کندھوں پر ہر ماہ آنے والی اس رقم کا بہت قرض تھا۔اسی قرض نے مجھے اسفند کو ٹھکرا کر اسود کے لیے ہاں کرنے پر مجبور کیا تھا کیونکہ یہ امی کی خواہش تھی اور میں نمک حرام نہیں تھی۔ محبت وہ مجھ سے کرتی تھیں مگر ان کے گھر میں میرے لیے کبھی جگہ نہیں بن سکی تھی پر مجھے اس کی شکایت نہیں تھی میں ان کی مجبوری جانتی تھی۔

میرے اردگرد تو ہر فرد ہی مجبور تھا۔ اور پھر مشعل کے مرنے پر انہوں نے بھی میری طرفداری نہیں کی تھی۔ وہ بھی سب کے ساتھ مل کر مجھ سے یہی پوچھتی رہی تھیں کہ میں نے مشعل

سے کیا کہا تھا؟ مجھے تب بھی ان سے کوئی شکوہ نہیں ہوا تھا۔ ان کے بھائی کے بہت احسان تھے ان پر، وہ احسان فراموشی کیسے کرتیں؟ پھر اسود سے میری شادی کے بعد انہوں نے بہت بار خط لکھے،فون کیے مگر میں ان کا ہر خط واپس بھجواتی رہی ان کی آواز سن کر فون بند کرتی رہی۔ میں دھوکا نہیں دے سکتی تھی اسود کو۔عفی خالہ اس بات پر ناراض ہو جاتی تھیں مگر میں انہیں کیسے بتاتی کہ میرے کردار پر اتنے داغ پڑ چکے ہیں کہ اب اور کسی داغ کی جگہ ہی نہیں ہے۔

اور اب جب وہ ہمیشہ کے لیے چلی گئی ہیں تو مجھے ان سے صرف ایک شکوہ ہے۔انہوں نے مجھے پیدا کیوں کیا؟ آخر میری زندگی کا مقصد کیا تھا؟عفی خالہ نے جانے سے پہلے مجھے کہا تھا:

مہرو تم میرے بیٹے کو بددعا نہ دینا، اللہ کے واسطے اسے کوئی بددعا نہ دینا۔اور میں نے ان سے کہا تھا:

عفی خالہ میری تو کسی کو دعا نہیں لگتی بددعا کیا لگے گی؟

اور یہ سچ تھا میں تو گناہ گار ہوں بہت سے لوگوں کی، مشعل کی، لینا گردیزی کی، سارہ کی، اسفند کی، اسود کی، ہر ایک کی ضرو، میں نے ہی کچھ غلط کیا ہوگا جو مجھے یہ سب بھگتنا پڑ رہا

ہے۔

عفی خالہ چاہتی تھیں میں روؤں، بہت روؤں پر میں آنسو کہاں سے لاتی؟ رونا بھی تو ہر ایک کے مقدر میں نہیں ہوتا۔ پھر میرے پاس آنسو کہاں رہے ہیں اور فرق بھی کیا پڑے گا؟ پہلے بھی ہم لوگوں کے درمیان رابطہ کم تھا۔ ڈیڑھ سال سے وہ مکمل ختم ہو چکا ہے اور آئندہ آنے والے سالوں میں بھی اسود ایسا کوئی رابطہ ہونے نہیں دیتا یہ رشتہ تو میں ڈیڑھ سال پہلے ہی قبر میں دفن کر کے سوچکی ہوں اب اس پر آنسو کیا بہاؤں؟

14121992

عفی خالہ نے آج مجھے کہا تھا:

تم بہت صبر والی ہو مہرین دیکھنا تمہیں اس کا کتنا اجر ملے گا۔

یہ صبر میری مجبوری ہے۔ مرضی نہیں اور ایسے صبر کا کوئی اجر نہیں ہوتا عفی خالہ۔

میں نے ان سے کہا تھا پتا نہیں کیوں وہ مجھے دیکھ کر رونے لگتی ہیں؟ وہ اپنے آپ کو میرا مجرم سمجھتی ہیں۔ حالانکہ مجرم تو میں ہوں ان کی، سب کی۔

مجھے مشعل کہتی رہتی تھی پھوپھو مہرین اسود کو بہت پیار کرتی ہے بہت پسند کرتی ہے آپ خدا کے لیے مہرین کی شادی اسود سے کروا دیں، وہ دونوں بہت خوش رہیں گے۔ پھر مجھے کیا پتا تھا کہ تمہیں اس طرح زندگی گزارنی پڑے گی۔

میں کسی اچنبھے کے بغیر ان کی باتیں سنتی رہی تھی۔ مشعل کا بھی کیا قصور تھا۔ اس نے بھی کچھ سوچ کر ہی کہا ہوگا۔ اسے میری اتنی پروا رہتی تھی اور میں۔ میں پتا نہیں کیا ہوں کہ اسے مرنے پر مجبور کر دیا؟ پتا نہیں مشعل مجھے کبھی معاف کرے گی یا نہیں۔

میرا دل چاہتا ہے وہ ایک بار زندہ ہو جاتا تو میں ہاتھ جوڑ کر اس سے معافی مانگوں۔ وہ اتنی خوبصورت اتنی محصوم تھی اور میں۔ پتا نہیں میں نے ایسا کیوں کیا؟

01041993

آج عفی خالہ بھی مر گئیں پھر کسی دن میں بھی مر جاؤں گی پھر اسود بھی۔ یہ پورا گھر خالی ہو جا گا اور اسود سوچتا ہوگا کہ اسے میری بددعا لگی ہے جو وہ اپنی ماں کا چہرہ آخری بار نہیں دیکھ سکے گا۔ مگر ایسا تو نہیں تھا۔ میں بددعا نہیں دے سکتی۔ بددعا دینے سے کیا ہوگا؟

گزرا ہوا وقت واپس آ جا گا؟ امی واپس آ جائیں گی؟ سب کچھ ٹھیک ہو جا گا؟ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا تو پھر بددعا دینے کا فائدہ۔

پھر عفی خالہ سے تو میں بہت پیار کرتی تھی۔ ان کے ہونے سے مجھے تنہائی کا احساس نہیں ہوتا تھا پر آج کے بعد مجھے تنہائی کا عذاب بھی جھیلنا پڑے گا۔ مجھے اور عفی خالہ دونوں کو پتا تھا کہ اب وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہیں گی۔ ان کی آنکھوں میں زندگی کی چمک بہت دنوں سے ختم ہو گئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے بھی بات کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بات کرتیں بھی تو ہر

وقت معافی مانگتی رہتیں۔ انہیں لگتا تھا یہ سب ان کی وجہ سے ہوا ہے، نہ وہ مجھے شادی پر مجبور کرتیں نہ میرے ساتھ یہ ہوتا مگر میں انہیں کہتی رہتی ہوں کہ یہ ان کی وجہ سے نہیں ہوا میرے گناہوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ اگر کوئی ذمہ دار تھا تو میں تھی پھر بھی وہ رونے لگتی تھیں اور جب رونا بند کرتیں تو گھنٹوں چپ لیٹی رہتیں۔

پتا نہیں اسود کو کیوں پتا نہیں چلا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ مر رہی ہیں اور جب وہ دو ماہ کے لیے باہر جا رہا تھا تو میرا دل چاہا تھا میں اسے بتاؤں کہ اب شاید واپسی پر اسے عفی خالہ کی صورت نظر نہیں آ گی مگر میں نے اسے نہیں بتایا۔ میں کون سی ولی تھی پھر عفی خالہ تو مجھے بہت پیار کرتی تھیں۔

آج گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس وقت کچھ جاگ رہے ہوں گے کچھ سو رہے ہوں گے اور ہاسپٹل میں رکھی ہوئی عفی خالہ کو صبح دفن کر دیا جا گا اور پتا نہیں اسود اس وقت امریکہ میں بیٹھا کیا سوچ رہا ہوگا شاید رو رہا ہوگا۔ پر میں تو نہیں روئی تھی پھر اسے رونے کی کیا ضرورت ہے۔ بھلا رونے سے کیا ہوتا ہے پھر لوگوں کو تو مرنا ہی ہے، کیا ہم انہیں روک سکتے ہیں؟

01041993

کل اسود نے مجھ سے کہا کہ اس نے خالہ کی آخری خواہش کے احترام میں مجھے معاف کر دیا۔ پر میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اب معاف کرنے سے کیا ہوگا؟ اس نے تو معاف کر دیا پر کیا اللہ معاف کر دے گا، کیا لوگ معاف کر دیں گے، کیا مشعل معاف کر دے گی، کیا اسفند معاف کر دے گا، کیا لینا معاف کر دے گی، کیا سارہ معاف کر دے گی، کیا نانی معاف کر دیں گی، کیا مشعل کے گھر والے معاف کر دیں گے؟

ایک معافی سے کیا ہوتا ہے میں نے پتا نہیں کس کس کا دل دکھایا ہے، کس کس کو دھوکا دیا ہے، کس کس سے جھوٹ بولا ہے پھر ایک کے معاف کر دینے سے کیا ہوتا ہے؟

اسود نے کہا اب مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے، چاہوں تو جہاں مرضی جا سکتی ہوں۔ اب مجھے الگ کھانا پکانا نہیں پڑے گا، ہمیشہ سبزی اور دال نہیں کھانی پڑے گی۔ جو لباس چاہوں میں پہن سکتی ہوں۔ نئے زیور بھی پہن سکتی ہوں اور کارپٹ کی بجا بیڈ پر سو سکتی ہوں، اور میں باہر لان میں، اوپر چھت پر بھی جا سکتی ہوں، پر میں یہ سب کیسے کروں گی اور ان سب کا فائدہ کیا ہوگا؟ مجھے تو دالوں اور سبزیوں کے علاوہ ہر چیز کا ذائقہ بھول چکا ہے پھر میں ان چیزوں کو کیسے کھاؤں گی اور نئے کپڑے اور زیور پہننے سے کیا ہوگا، انہیں پہن کر میں کیا کروں گی؟ جو کپڑے میں اب پہنتی ہوں یہ اچھے ہیں، مجھے ان سے پیار ہے پھر میں انہیں کیسے چھوڑ دوں اور بیڈ پر سونے سے کیا ہوگا مجھے بیڈ پر نیند آ گی؟

اور مجھے کہاں جانا ہے، کس سے ملنا ہے؟ باہر کوئی بھی تو ایسا نہیں جو مجھ سے ملنا چاہتا ہو میری جیسی لڑکی سے کون ملنا چاہے گا جو بدصورت ہے، جھوٹی ہے اور ہر ایک کو دھوکا دیتی ہے اور پھر میں جہاں جاؤں گی لوگوں کو پتا چل جا گا کہ میں کتنی بری ہوں پھر ہو سکتا ہے وہ بھی مجھ پر

تھوکنے لگیں یا مجھے پتھر ماریں۔

میں اب باہر جانا نہیں چاہتی ہاں مگر لان میں جانا چاہتی ہوں میرا دل چاہتا ہے میں وہاں جا کر گہرے گہرے سانس لوں، میں کھلی ہوا کو ہاتھ لگاؤں، میں پھولوں کو پیار کروں، میں پرندوں کو دیکھوں، میرا دل چاہتا ہے میں گھاس پر بھاگوں اتنا بھاگوں اتنا بھاگوں کہ میرے پاؤں تھک جائیں، مجھ سے سانس نہ لیا جا پھر میں گھاس پر گر جاؤں اور آنکھیں بند کر کے وہیں سو جاؤں پھر بارش ہونے لگے پر میں آنکھیں نہ کھولوں۔ ویسے ہی آنکھیں بند کیے چت لیٹی رہوں اور بارش کا پانی میرے چہرے کی ساری بدصورتی، ساری مکاری، ساری خباثت صاف کر دے پھر میرا تو چہرہ ہی ختم ہو جا گا یہ تو بنا ہی جھوٹ اور فریب سے ہے پھر بارش کا پانی تو اسے گلا دے گا پھر بھی میرا دل چاہتا ہے میں کھڑکی سے باہر نظر آنے والے آسمان کے نیچے چلی جاؤں وہاں سب کتنا خوبصورت۔۔۔

---------- --- ---- % ---- ----

15051993

پتا نہیں روپوں کو کیسے خرچ کرتے ہیں اور زیادہ روپوں کو کیسے خرچ کرتے ہیں؟ مجھے یاد نہیں آ رہا ہے بھول گیا ہے شاید۔ اب جب مشعل یا سارہ یا شیبا یا لینا یا رخشی یا لیلی آئیں گی تو میں پوچھ لوں گی پر روپے بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔

صبح جب اسود نے مجھے روپے دیے تھے تو میں ڈر ہی گئی تھی، بھلا روپے مجھے کیا کرنے تھے؟ سب کچھ تو مل جاتا تھا۔ پھر اتنے سالوں بعد مجھے تو نوٹوں کی شکل بھی بھول گئی تھی۔ اس نے کہا تھا انہیں خرچ کر لینا۔ میں بہت دیر تک انہیں پکڑے سوچتی رہی تھی کہ خرچ کیسے کرنا چاہیے؟ پھر میں نے سوچا خرچ نہیں کرنا چاہیے رکھ لینے چاہئیں کبھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ پھر میں نے وہ گنے تو وہ بہت سارے تھے، میں نے انہیں الگ الگ کیا، ان کے حصے بنا اب میں سوچتی ہوں کہ کچھ روپوں سے میں کتابیں لوں گی کچھ میں رخشی کے پاس رکھوا دوں گی، کچھ میں یونیورسٹی میں خرچ کرنے کے لیے رکھوں گی، کچھ میں بنک میں رکھوں گی، کچھ میں کسی کو دے دوں گی، کچھ میں اپنے پاس رکھوں گی، کچھ میں کپڑوں پر خرچ کروں گی، کچھ میں امی کو دے دوں گی۔ لیکن پتا نہیں میں جب کپڑے دھونے گئی تھی تو میں نے انہیں کہاں رکھ دیا تھا۔

ابھی میں نے انہیں ہر جگہ ڈھونڈا ہے مگر وہ مجھے ملے ہی نہیں۔ میں نے سوچا ہے سارہ سے کہوں گی کہ وہ انہیں ڈھونڈ دے، اسے ہر چیز بڑی آسانی سے ملتی ہے۔ پھر مجھے لگتا ہے کہ شاید اسود نے انہیں لے لیا ہے۔ اسے نہیں لینا چاہیے تھا، وہ میرے روپے تھے، اسے میری چیز نہیں لینی چاہیے تھی۔ لیکن میں نے اس کے درازوں میں اس کے تکیے کے نیچے اس کے کپڑوں کی جیبوں میں تلاش کیا تھا۔ وہاں اور والے روپے تھے۔ لیکن میرے نہیں تھے شاید اس نے انہیں چھپا دیا ہے۔ لیکن ابھی جب سارہ آ گی تو میں اس سے کہوں گی وہ مجھے ڈھونڈ دے گی۔ میری اکثر چیزیں وہی ڈھونڈتی ہے مجھے تو ملتی ہی نہیں ہیں۔

----- ------------ ----------- -----

27051993

پتانہیں میں مشعل جیسی خوبصورت کیوں نہیں ہوں؟ اتنے اچھے کپڑے پہنے ہیں میں نے اور زیور بھی مگر بہت بدصورت لگ رہی ہوں بلکہ زیور اور کپڑے پہن کر پہلے سے بھی زیادہ بری لگ رہی ہوں۔ میں نے مشعل سے کہا تھا کہ وہ مجھے تیار کرے پھر میں بھی خوبصورت لگوں گی پر مشعل کے پاس وقت نہیں تھا۔ اس نے یونیورسٹی جانا تھا۔ اس نے مجھے کہا ہے کہ اگلی بار وہ مجھے خود تیار کرے گی پھر میں خوبصورت ہوجاؤں کی مشعل کی طرح پھر سب لوگ مجھ سے بھی مشعل کی طرح محبت کریں گے۔

ابھی جب میں یونیورسٹی جاؤں گی تو میں مشعل کے پاس ہی جا کر بیٹھوں گی آخر وہ اتنی پیاری ہے حالانکہ سارہ مجھے کہتی ہے کہ میں بہت پیاری ہوں پر مجھے یقین ہی نہیں آتا۔ وہ بھی میری طرح بہت جھوٹ بولتی ہے۔ ویسے وہ اچھی بھی بہت ہے میرے بہت کام آتی ہے، میں نے انہیں کہا ہے وہ میرے گھر آیا کریں۔ ہم مل کر پیپرز کی تیاری کریں گے۔ ویسے میں نے انہیں کہا ہے کہ جب اسود آجایا کوئی اور تو وہ سب چلی جایا کریں اسود پسند نہیں کرتا نا اس لیے۔ مگر اب کیا اسود کی وجہ سے میں اپنے دوستوں سے ملنا چھوڑ دوں؟ اب میں گھر سے باہر تو جاتی نہیں ہوں تو پھر میری دوستوں کو تو یہاں آنا ہی چاہیے نا ورنہ میں ان سے کہاں ملوں؟

میں نے اسفند سے کہا ہے کہ وہ مجھے کچھ بکس گفٹ کرے۔ وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا تو میں نے اسے کہا تھا کہ وہ جلدی مجھ سے ملنے آیا کرے، اتنی بار اس سے کہتی ہوں پھر وہ آتا ہے لیکن اسے بہت کام ہوتے ہیں، پھر مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں اس سے اتنا اصرار کروں۔ وہ سمجھے گا کہ پتانہیں کیوں میں اسے بار بار بلا رہی ہوں حالانکہ میں تو بس اس سے اسٹڈیز کے بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔

وہ نوٹس اچھے بناتا ہے۔ میں بھی اچھے نوٹس بناتی ہوں مگر مجھے لگتا ہے کہ اس بار میں اس سے اچھے مارکس نہیں لیسکوں گی۔ اس کی تیاری بہت اچھی ہے۔ ایک اور بات بھی کہی تھی میں نے اسفند سے پتانہیں یاد نہیں آرہی، میں بہت سوچ رہی ہوں مگر وہ بات بھول گئی ہے جب مجھے یاد آ گی تو میں ڈائری میں لکھ دوں گی۔

------- ------- ------- ٪ -------- ------- -------

20061992

کل اسود مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اسے مجھ سے بہت محبت ہے۔ آج اسفند بھی یہی کہہ رہا تھا، مشعل بھی، سارہ بھی، شیبا بھی، رخشی بھی، لیلی بھی، سب کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے بیحد محبت۔ ۔۔ابھی جب میں نے سب کو پارٹی میں بلایا تھا تو سب بہت خوش تھے۔ ہم نے گانے گا۔ میں نے سب کے لیے اپنے ہاتھوں سے کھانا پکایا۔ سب بہت تعریف کرر ہے تھے پھر اسود آ گیا۔ سب چپ ہوگئے، پریشان ہوگئے۔ اسود پسند نہیں کرتا کہ سب یہاں پر آئیں پر اس نے انہیں کچھ نہیں کہا۔ مجھے برا لگا مگر پھر میں نے۔۔۔

عفی خالہ آج اصرار کر رہی تھیں کہ میں زیور پہنوں، انہوں نے بار بار ضد کی پھر مشعل نے بھی ضد کی تو میں نے مشعل سے کہا کہ تم زیور پہن لو تو پھر اس نے پہن لیے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ سارہ نے مجھے ایک گفٹ دیا تھا پر یاد نہیں کہ وہ کیا۔۔۔۔

-------- ------ ---- ------ -------- --

061992

آج یونیورسٹی میں سب کہہ رہے تھے کہ میں بہت اچھی ہوں، تعریف کر رہے تھے پتا نہیں کس نے کہا تھا کہ میری آواز بہت اچھی ہے میں نے کہا تھا۔۔۔ میرا دل نہیں چاہا آج کہیں جانے کو مجھے بخار تھا میں سارا دن سوتی رہی۔ دوپہر کو شیبا آ گئی تھی وہ مجھے اپنے گھر لے جانا چاہتی تھی میں نے کہا کہ آج میں مصروف ہوں، مجھے پڑھنا ہے ایگزام سر پر آ گئے ہیں پھر میں سارا دن پڑھتی رہی۔ میں روز پڑھتی ہوں۔ اب میں کہیں نہیں جاتی، پارٹی میں بھی نہیں۔ میرے ایگزام ہیں میں نے اسی لیے صبح سے پڑھنا شروع کیا تھا۔

شام کو اسود ایک ہوٹل میں کھانے پر لے گیا۔ وہاں مشعل بھی تھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی لیکن میں زیادہ خوبصورت۔۔۔۔۔۔

ابھی مجھے بہت کام کرنا ہے رات کا کھانا بنانا ہے، ابھی میں بہت مصروف۔۔۔

------- -------------- ---------------

1993

ڈر لگ رہا۔۔۔ تھا آج مجھے امی یاد آ رہی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا وہ صبح آ۔۔۔ اسفند کو میں نے آنے کو کہا تھا اس نے کہا تھا:

یونیورسٹی میں آج سب نے مجھ سے آٹوگراف لیے۔ میں نے اپنا نام لکھا اور۔۔۔۔

mansoor, mehreen mansoor, mehreen mansoor,

mansoormehreenmansoor,mehreenmansoormehreen

سارہ آج ناراض تھی پر مان گئی میں نے اسے۔۔۔ صبح عفی خالہ بھی مجھ سے ناراض۔۔۔ اسود مجھے کہہ رہا تھا اسے مجھ سے بہت محبت۔۔۔ آج میں مشعل کے لیے ایک گفٹ خریدوں گی اسے۔۔۔ ابو کو نشہ نہیں کرنا چاہیے میں نے انہیں کتنی بار۔۔۔

آخری بار ڈائری پر لکھی گئی تحریر پر تاریخ نہیں تھی اور جو آخری تاریخ ڈائری پر لکھی تھی وہ ڈیڑھ ماہ پہلے کی تھی اس کے بعد چند صفحات لکھے گئے تھے اور اس کے بعد کیا ہوا تھا کیا وہ ڈائری لکھنا بھول چکی تھی یا ڈائری ڈھونڈ نہیں سکی تھی؟

اس لفافے کے اندر صرف ایک ڈائری تھی اور اس ڈائری کے ختم ہونے کے بعد اس نے کاغذات کو اسٹیپلر کے ساتھ اسٹیپل کر کے چھوٹی چھوٹی ڈائریاں بنائی ہوئی تھیں۔ لاہور سے واپس آنے کے بعد میں نے اس کی اگلی ڈائری ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی اور مجھے زیادہ وقت نہیں ہوئی تھی۔ ڈریسنگ ٹیبل کی ایک دراز میں وہ لفافہ مل گیا تھا جس میں ڈائریاں تھیں۔

وہ اس وقت سو رہی تھی۔ بہت دیر تک ڈائریاں ہاتھ میں لیے بیٹھے رہنے کے بعد پتا نہیں کیوں میرا دل چاہا کہ میں مہرین منصور کا چہرہ دیکھوں۔ اس مہرین منصور کا جس سے میں واقف نہیں تھا اور جس کے سامنے ہم سب کیڑے تھے، میں، مشعل، خاندان کے سب لوگ۔

میں نے ٹیبل لیمپ بجھا کر کمرے کی لائیٹ آن کی۔ بیڈ کے دوسری طرف جا کر میں پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ سینے تک چادر اوڑھے سو رہی تھی۔ میں نے اس کا جہرہ دیکھا۔ زرد رنگت اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں والا چہرہ۔ یہ وہ چہرہ تو نہیں تھا جسے میں نے تصویروں اور وڈیوز میں دیکھا تھا۔ مجھے سات سال کی وہ بچی یاد آ گئی جسے میں اپنے ساتھ لیے پھرا کرتا تھا۔ تب میں صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ ہنسے، یوں چپ نہ رہے اور جب اس نے یہ دونوں باتیں سیکھ لیں تو میں نے بڑی بیرحمی سے انہیں چھین لیا تھا۔

بیرون ملک جانے تک وہ میری بیسٹ فرینڈ تھی میں مانگے بغیر ہی اسے اپنی ہر چیز دے سکتا تھا اور دے دیتا تھا مجھے لگتا تھا کہ اگر میں مہرین سے دوستی نہیں رکھوں گا تو اور کون رکھے گا؟ امی مجھے اس کا خیال رکھنے کو کہتی تھیں وہ نہ بھی کہتیں تب بھی پتا نہیں مجھے کیوں اس سے انس تھا۔

وہ مجھے اپنے اسکول کی باتیں بتایا کرتی تھی اور میں دلچسپی نہ ہوتے ہو بھی دلچسپی لینے کی کوشش کیا کرتا تھا میں اسے جو کچھ سنایا کرتا تھا اور وہ ہر جوک پر ہنستی تھی، اس جوک پر بھی جس پر کوئی اور نہیں ہنستا تھا۔ لیکن پتا نہیں باہر جانے کے بعد کیا ہوا تھا کہ ہماری دوستی ختم ہوگئی اور اب مجھے پتا چلا تھا کہ ہوا کیا تھا۔

مشعل کے پاس مہرین کے کمرے اور درازوں کی چابیاں تھیں وہ مہرین کی عدم موجودگی میں وہاں جاتی ہوگی۔ اس کی ڈائری پڑھتی ہوگی۔ مہرین میرے لیے کیا فیلنگز رکھتی ہے یہ اس نے وہیں سے جانا ہوگا اور پھر اس نے بڑی مہارت سے ہم دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مہرین سے مجھ سے منسوب ایسا باتیں کہتی رہی تھی جو میں نے کبھی نہیں کہی تھیں اور مجھ سے مہرین کی ہمدرد بن کر اس کے بارے میں ایسی باتیں کہتی رہی تھی کہ میں مہرین سے برگشتہ ہو گیا تھا۔

ہر دفعہ میری اور مشعل کی باتوں میں مہرین کہاں سے آ جاتی تھی یہ بھی میں نے اب جانا تھا۔ یہ مشعل تھی جو کسی نہ کسی حوالے سے مہرین کا تذکرہ شروع کیا کرتی تھی۔ لیکن مشعل مہرین سے جیلس کیوں ہو گئی تھی شاید اس اہمیت کی وجہ سے جو یک دم مہرین کو ملنے لگی تھی، وہ مہرین جسے آج تک مشعل کے سامنے fiddle2nd کی حیثیت حاصل تھی۔ یک دم ہی اس نے مشعل کو somebody سے nobody کر دیا تھا۔ پھر مہرین کی ڈائری پڑھ کر وہ جانتی رہتی تھی کہ مہرین اسے ہرانا چاہتی ہے، اسے نیچا دکھانا چاہتی ہے، اس سے آگے بڑھنا چاہتی ہے اور مہرین کی نفرت نے مشعل کو اور برہم کر دیا تھا۔

مجھے مشعل نے ایک ہتھیار کی طرح استعمال کیا تھا لیکن جب اسے یہ پتا چلا کہ اب مہرین کی زندگی میں میری اہمیت نہیں رہی اب وہاں کوئی اسفند آ چکا ہے تو وہ مجھ سے جان چھڑانے کا

سوچنے لگی۔ وہ میرے سامنے رو رو کر یہی ظاہر کرتی رہی کہ وہ میرے بغیر مر جائے گی اور میری امی زیادتی کر رہی ہیں لیکن در پردہ وہ میری امی کو بتاتی رہی کہ مہرین مجھے بہت پسند کرتی ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے۔

میں بڑے آرام سے ایک احمق کی طرح اس کے ہاتھوں بیوقوف بنتا رہا اور مجھے کبھی اس کا احساس نہیں ہوا اور پھر مشعل نے اسفند کے پاس جا جا کر اسے مہرین سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ بیوقوف نہیں تھا اس لیے اس نے ان باتوں پر دھیان نہیں دیا اور پھر پتا نہیں کیسے مشعل خود اس کی محبت میں گرفتار ہو گئی اور اس رات شدید غصے میں آ کر اس نے خودکشی کر لی شاید اس نے سوچا تھا کہ مجھے اور اسفند کو مہرین کے بارے میں خط لکھ کر وہ اس کی زندگی بھی برباد کر دے گی اور ایسا ہی ہوا تھا، مشعل کی قربانی بیکار نہیں گئی تھی۔ مین نے اور اسفند نے بالکل وہی کیا تھا جو اس نے سوچا تھا۔ کیوں مشعل اس سے اتنی نفرت کرنے لگی کہ وہ اپنی جان پر کھیل گئی صرف مہرین کو تباہ کرنے کے لیے۔

شاید تب تک حسد اور صدمے نے اسے بہت حد تک ذہنی طور پر ابنارمل کر دیا تھا۔ وہ شعوری اور لاشعوری طور پر خود کو مہرین سمجھنے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی میں ملک سے باہر رہتا ہوں اس لیے کبھی بھی اس کی باتوں کی حقیقت نہیں جان سکوں گا۔ اس لیے وہ مہرین کی ہر کامیابی پر اپنے نام کا ٹھپہ لگا کر میرے سامنے پیش کر دیتی تھی اور میں اس پر یقین کر لیتا تھا شاید ذہنی طور پر مشعل بھی مہرین سے متاثر تھی پر وہ یہ بات ماننے پر تیار نہیں تھی لیکن لاشعوری طور پر اس کے

رویے مہرین کی طرح ہو گئے تھے۔

مہرین کی ڈائریوں میں بہت جگہ ایسے جملے لکھے تھے جو میں مشعل کے منہ سے سن چکا تھا اور اسے داد بھی دے چکا تھا پر اب مجھے پتا چلا ہے کہ مشعل کے پاس تو لفظ تک اپنے نہیں تھے وہ شاید میرے سامنے لاشعوری طور پر مہرین بن جاتی تھی۔ اس کی طرح باتیں کرتی تھی اس کی کامیابیوں کو اپنے نام سے پیش کرتی تھی اور مجھ سے ملنے والی داد اس کی انا کو تسکین پہنچاتی ہو گی کیونکہ میں وہ واحد آدمی تھا جو اس کی ان خوبیوں، ان صلاحیتوں کی تعریف کرتا تھا جو اس میں تھیں ہی نہیں اور مشعل اپنی ساری خوبصورتی، ساری مکاری، ساری چالاکی کے ساتھ اس وقت اپنے ہاتھوں کھودی ہوئی قبر میں تھی، یہ سوچتے ہو کہ اس نے مہرین کو شکست دے دی ہے اور مہرین منصور اپنی عام صورت، اپنی ذہانت، اپنے سچ، اپنے حوصلے کے ساتھ ابھی بھی زمین کے اوپر تھی، زندہ تھی، یہ سوچتے ہو کہ وہ ہار چکی ہے اور میں تھا جو اپنی ساری ذہانت، صاف گوئی اور سچ کے ساتھ ایا جھوٹ کو پروان چڑھاتا رہا یہاں تک کہ یہ جھوٹ اتنا طاقتور بن گیا کہ اس نے سچ کو ہڑپ کر لینے کی کوشش کی مگر سچ پھر بھی جیت گیا تھا اور میرا کردار ایک preacher ایک reformer سے گھٹ کر صرف ایک تماشائی کا رہ گیا تھا۔

جنہیں سچ سے محبت ہوتی ہے اور جو سچے ہوتے ہیں وہ میرے اور مشعل کی طرح چلاّتے نہیں پھرتے۔ خود کو اصول پرست، صاف گو، کھرے اور پتا نہیں کس کس لیبل کے ساتھ پیش نہیں کرتے، وہ مہرین کی طرح ہوتے ہیں جنہیں خود اپنی پہچان نہیں کروانی پڑتی نہ اپنا تعارف

کرواناپڑتا ہے،لوگ جان جاتے ہیں کہ وہ کون ہیں اور جونہیں جان پاتا وہ اسود علی ہوتا ہے خود ساختہ سچا اور reformerself جسے پھر اپنے کیے پر ساری عمر پچھتانا ہوتا ہے۔

اور یہ پچھتاوا تو اب ساری عمر میرے ساتھ رہے گا کیونکہ مہرین منصور کو ہمیشہ میرے سامنے رہنا تھا اور مجھے اس سے نظر بھی ملانی تھی بات بھی کرنی تھی اور یہ سب ساری عمر ہونا تھا اور میں اب کیسے اسے کبھی کہہ پاؤں گا کہ مجھے سچ سے محبت ہے اور جھوٹ سے بےپناہ نفرت؟ وہ میری بات پر اتنا ہنسے گی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آجائیں گے۔

میں نے ایک بار پھر اس کے چہرے پر نظر ڈالی۔میرا دل چاہا میں اس کے چہرے کو ہاتھ لگاؤں۔ہت نرمی سے میں نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

سب کچھ ٹھیک ہوجا گا مہرین،سب کچھ ٹھیک ہوجا گا۔میں تمہارے لیے اس ملک کے سب سے بہترین سائیکاٹرسٹ کا انتظام کروں گا۔میں تمہارے سب دوستوں کو واپس لاؤں گا۔میں تمہیں وہ سب واپس دلاؤں گا جو تم نے خود حاصل کیا۔اور پھر میں تم سے کہوں گا کہ تم مجھے معاف کردو۔اور مجھے وہ پرانا اسود علی بن جانے دو جس کی زندگی میں مشعل اکبر نہیں تھی اور جو لوگوں سے بدلہ نہیں لیا کرتا تھا۔

میں نے اس سے سرگوشی کی تھی۔یک دم اس کا چہرہ میری آنکھوں میں دھندلا گیا اور پتا نہیں کہاں سے پانی آ گیا تھا۔

تم جزا سزا کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش مت کرو۔تمہیں کیا پتا کون گناہگار ہے کون بیگناہ؟ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور یہ اختیار بھی اس کے پاس رہنے دو۔ایسا نہ ہو کہ تمہیں پچھتانا پڑے۔

میرے کانوں میں بہت عرصے پہلے امی کی کہی ہوئی بات گونجی تھی۔میں نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوآنکھوں کی نمی کو صاف کرنے کی کوشش کی مگر پانی تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔

اختتام--------- --- --- ----The End